"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت
نئی دہلی

www.dawatonline.com

مدارسِ اسلامیہ: غور و فکر کے چند پہلو

مدارس اور تعلیم گاہوں کا خصوصی مطالعہ کرنے والے اسکالر جناب نسیم الرحمٰن مجیدی کے قلم سے آج کے مدارس کے تعلیمی، تربیتی اور انتظامی پہلوؤں پر غور و فکر کے اہم نکات۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی، قائد تحریک انقلاب اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور بانی دانش گاہ علی گڑھ سر سید احمد خاں کے افکار و نظریات کے تناظر میں ۔۔۔۔

سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ● صفحات: ۴۸ ● قیمت: -/15

ملنے کا پتا: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025

"قرآن سمجھئے آسان طریقہ سے"
تالیف ڈاکٹر عبدالعزیز عبدالرحیم

انتہائی سادہ اور موثر طریقہ، جس میں آپ قرآن مجید کے تقریباً 300 الفاظ سیکھیں گے جو قرآن میں 55,000 بار آئے ہیں (یعنی 70 فیصد الفاظ) انشاء اللہ صرف 25 منٹ کی روزانہ کوشش اگلے دو مہینے میں آپ کی قرآن فہمی کے خواب کو سچ کرنا شروع کردے گی۔

قیمت: 220/- Set
ملنے کا پتہ

اسلامی کتابوں کی دنیا
ہدیٰ بُک ڈسٹری بیوٹرس
455۔ پرانی حویلی، حیدرآباد-2 انڈیا
Ph: 040-24514892, 66481637
E-mail:hudabook@yahoo.com

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۵۷ ● ۲۲؍جون ۲۰۰۹ء ● 22 June 2009 ● دوشنبہ ● ۲۸؍جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳؍ریال ● Posting: 20 June 2009 Saturday

ایران کی صورتحال پریشان کن

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے کہا ہے کہ ایران میں صدارتی الیکشن کے بعد پیدا ہونے والی پرتشدد صورتحال انتہائی پریشان کن ہے۔ حکومت کو جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کا احترام کرنا چاہئے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ ایران کے ساتھ مذاکرات کو ترجیح دیں گے۔

بنجامن نیتن یاہو کی تقریر امن مخالف

دمشق۔ شام نے کہا ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کی پالیسی سے متعلق تقریر مغربی ایشیا میں کسی بھی امن کے عمل کو واضح طور پر مسترد کرنے والی ہے اور یہ ۱۹۹۱ء کی میڈرڈ کانفرنس کے اصولوں پر مبنی امن مساعی کے خلاف ہے۔ مشرقی یروشلم کو فلسطین کی راجدھانی کے طور پر منظوری نہ دینے اور یہودی بستیوں کی تعمیر روکنے سے انکار اور بین الاقوامی قراردادوں کو مسترد کرنا کسی بھی طرح کی امن کوششوں کو ناکام کرنے والا ہے اور فلسطینی عوام کو ان کے جائز حقوق سے محروم کرنا ہے۔

اسرائیل نے امریکہ کو بھی بے نقاب کردیا

بیروت۔ حزب اللہ کے سربراہ حسن نصر اللہ نے کہا ہے کہ امریکہ نے اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کے خطاب کو مثبت قرار دے کر اپنے منصوبے کو بے نقاب کیا ہے۔ ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ بنجامن نیتن یاہو کا خطاب خطے میں امن معاہدے کے حق میں نہیں ہے۔ امریکہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ اسرائیلی وزیراعظم کے بیان کے بعد عرب ریاستوں اور اسرائیل میں معاہدہ کرانے کے قریب پہنچ گیا حالانکہ عرب ممالک نے موقف اختیار کر رکھا ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم کے بیان سے مذاکرات کے دروازے بند ہوگئے۔

امریکہ بحران سے دوچار/ ایران

ماسکو۔ ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے روس کے دورے کے دوران ایک پروگرام میں کہا کہ امریکہ ان دنوں سیاسی و اقتصادی بحران سے دوچار ہے اور اس کے اتحادیوں کے اندر اس بحران سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

حزب اللہ سے یورپی یونین کا رابطہ

بیروت۔ یورپی یونین کی خارجہ پالیسی کے سربراہ جاویر سولانا نے یہاں پارلیمنٹ کی عمارت میں پہلی بار حزب اللہ کے سیاسی رہنما حسین حاجی حسن سے ملاقات کی۔ واضح رہے کہ امریکہ حزب اللہ کو دہشت گرد گروپ قرار دے چکا ہے اور یورپی یونین نے بھی اس سے پہلے علانیہ طور پر حزب اللہ سے کسی بھی قسم کی ملاقات سے انکار کردیا تھا۔ جاویر سولانا نے ملاقات کے بعد کہا کہ حزب اللہ لبنان کی سیاسی زندگی کا حصہ ہے اور وہ پارلیمنٹ میں نمائندگی رکھتی ہے۔ ادھر حزب اللہ کے رہنما نے اس ملاقات کو یورپی یونین کی طرف سے حزب اللہ کے لئے خیرسگالی کا جذبہ قرار دیا۔ اس سے قبل برطانیہ نے بھی کہا تھا کہ وہ حزب اللہ کے سیاسی ونگ کے ساتھ دوبارہ روابط قائم کرنے کے حق میں ہے۔

پاکستان کو مدد کی ضرورت

لاہور۔ پاکستان کے مشیر خزانہ شوکت ترین نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ اگر فرینڈز آف پاکستان نے مدد نہیں کی تو ملک کو ایک بار پھر عالمی مالیاتی فنڈز سے ساڑھے چار ارب ڈالر کا قرض لینا پڑے گا۔ انھوں نے کہا کہ فرینڈز آف پاکستان نے پانچ ارب ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے۔

کیا اس طرح امریکہ کی شبیہ بہتر ہوسکتی ہے؟

امریکی صدر بارک حسین اوباما آج کل مسلمانوں تک رسائی حاصل کرنے اور ان کے نزدیک امریکہ کی بگڑی ہوئی شبیہ بہتر کرنے کی نہ صرف خود کوشش کر رہے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی عالم اسلام کے ساتھ تعلقات خوشگوار بنانے کا درس دے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے دورۂ مشرق وسطیٰ سے قبل کئی مشورے اسرائیل کو دیے اور قاہرہ میں عالم اسلام سے خطاب کے دوران بھی فلسطین جو اس وقت پوری دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، کے بارے میں اسرائیل کو کئی مشورے دیے۔ مصر کے بعد جب وہ فرانس پہنچے تو وہاں بھی یورپ پر زور دیا کہ وہ مسلمانوں تک رسائی حاصل کرے اور عالم اسلام سے تعلقات بہتر کرے۔ فرانسیسی شہر سین میں اپنے فرانسیسی ہم منصب نکولس سرکوزی کے ساتھ ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں انھوں نے کھل کر فرانس سے اپیل کردی کہ وہ یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی مخالفت ترک کردے اور اسکولوں میں طالبات کے حجاب پر پابندی ختم کردے۔

یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی وکالت تو مسٹر اوباما نے اپریل کے اوائل میں اپنے دورۂ ترکی کے دوران وہاں کی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے بھی کی تھی۔ اب اسکارف کا مسئلہ انھوں نے اٹھایا ہے لیکن فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی نے ان کے سامنے ہی مشترکہ خطاب کے دوران دونوں مشورے مسترد کردیے اور صاف صاف کہہ دیا کہ یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی مخالفت کے اپنے موقف پر ان کا ملک قائم رہے گا۔ اسی طرح اسکولوں میں مسلم طالبات کے اسکارف پہننے پر پابندی جاری رہے گی۔ جہاں تک عالم اسلام کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا تعلق ہے تو انہوں نے یقین دہانی ضرور کرادی کہ فرانس اس کے لئے اپنے طور پر کوشش کرتا رہے گا۔ اس کی صورت کیا ہوگی اس کی تفصیل نہیں بتائی۔ البتہ فلسطین کے مسئلے میں مسٹر اوباما کے بیان کی حمایت کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی نے اسرائیل سے اپیل کردی کہ اسے فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں کی توسیع کا کام بند کردینا چاہئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اسرائیل اور فلسطین کو سمجھنا چاہئے کہ مسئلہ کا حل دونوں کے مفاد میں ہے۔

فرانس پہلا ملک نہیں ہے جس نے مسلمانوں کے تعلق سے مسٹر اوباما کے مشورے کو مسترد کیا ہے۔ اس سے قبل اسرائیل کے وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو نے بھی فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں میں توسیع کا کام بند کرنے اور نئی یہودی بستی آباد نہ کرنے کا مشورہ مسترد کردیا تھا۔ جب اس بابت مسٹر اوباما سے سوال کیا گیا تو وہ یہ کہہ کر ٹال گئے کہ صبر کیجئے کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور برآمد ہوگا۔ اس کے بعد پھر انھوں نے قاہرہ میں بھی اپنی تقریر کے دوران اپنے مشورے کو دہرادیا لیکن وہاں اسرائیل کے وجود کا پرزور دفاع کرتے ہوئے جہاں اسرائیل کو مذکورہ مشورہ دوبارہ دے دیا وہیں فلسطینیوں سے یہ کہہ دیا کہ آزادی کے لئے ان کی جدوجہد قابل قبول نہیں۔ اس جدوجہد اور مزاحمت کو انھوں نے تشدد کا نام دے دیا اور کہہ دیا کہ اس سے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جدوجہد اور تحریک کے بغیر فلسطینیوں کو ان کے حقوق کیسے حاصل ہوسکتے ہیں۔ جب بین الاقوامی قوانین میں آزادی اور حقوق کے لئے جدوجہد، تحریک اور مزاحمت کو جائز قرار دیا گیا اور اسے مظلومین کا حق بتایا گیا ہے تو پھر اسے تشدد اور دہشت گردی کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے۔

اب تک امریکی صدر نے عالم اسلام میں امریکہ کی شبیہ بہتر کرنے کے لئے جو باتیں کہی ہیں یا دوسروں سے اپیلیں کی ہیں اس سلسلے میں نہ تو عملی طور پر خود انھوں نے کوئی قدم اٹھایا اور نہ ہی دوسروں نے ان کی اپیلیں قبول کی ہیں۔ غرضیکہ صرف باتیں ہی ہو رہی ہیں۔ جب مسٹر اوباما خود اپنی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے ہیں تو دوسروں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کی باتوں کو سنیں اور ان پر عمل کریں۔ ظاہری بات ہے کہ صرف باتوں اور اپیلوں سے عالم اسلام کے ساتھ امریکہ کے تعلقات بہتر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی امریکہ کی شبیہ اچھی ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قاہرہ کی تقریر کے بعد عالم اسلام نے مسٹر اوباما سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس طرح کی باتیں امریکہ کی پالیسی میں مثبت تبدیلی کا اشارہ تو کر رہی ہیں لیکن اس پر یقین اسی وقت کیا جاسکتا ہے کہ جب عملی طور پر کوئی چیز سامنے آئے جو ابھی تک ندارد ہے۔

(ص ن)

مسلمانوں کو ریزرویشن بھی نہیں دوسری مراعات بھی نہیں

یوپی اے کی نئی کابینہ میں وزیر اقلیتی امور سلمان خورشید نے توقع کے عین مطابق مسلمانوں کو ٹھینگا دکھاتے ہوئے ریزرویشن دینے سے انکار کیا ہے۔ انتا ہی نہیں انھوں نے ریزرویشن کی بات کرنے کو بھی مسلمانوں کے لئے نقصاندہ اور دو دھاری تلوار قرار دیا ہے۔ ان کے پیش رو عبدالرحمٰن انتولے اپنی پوری مدت وزارت میں اس سلسلے میں کبھی لب کشائی نہیں کی۔ یوں بھی جس کو نہ قاعدہ کا دفتر ملے نہ اسٹاف نہ وزیروں والی مطلوبہ سہولتیں اور اختیارات، اس کو کس حد تک وزارت کہا جاسکتا یا سمجھا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر اقلیتی امور کی وزارت نصف صدی سے زیادہ مدت تک نہ دی گئی تو مسلمانوں نے اقلیتوں یا کسی نے اور حکومت کا کیا بگاڑ لیا اور سونیا گاندھی و ڈاکٹر منموہن سنگھ نے اس وزارت کا اعلان کر کے انتولے کو حلف دلا دیا تو مسلمانوں کو کیا حاصل ہوگیا، کم از کم انتولے کا نام تو وزیروں میں شامل ہوگیا اور ظاہر ہے کچھ نہ کچھ وزیروں والی سہولتیں بھی حاصل ہوگئیں۔ کہیں یہ سہولتیں بھی نہ چھن جائیں اور کہیں ان کو حاصل یہ اعزاز بھی نہ چھن جائے۔ انتولے نے اقلیتی امور کی وزارت سے چمٹے رہنے ہی کو غنیمت جانا کبھی اقلیتوں بالخصوص ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں سے متعلق امور میں کسی امر پر کچھ نہیں کیا۔ سلمان خورشید سے اس سے زیادہ کیا امید کی جاسکتی ہے۔ البتہ جس طرح شوپیان کیس میں جموں و کشمیر کے وزیراعلیٰ عمر عبداللہ دو خواتین کی عصمت دری اور قتل کے سلسلے میں کارروائی کا مطالبہ کرنے والوں کو کچلنے پر سارا زور لگاتے رہے۔ فائرنگ، لاٹھی چارج، آنسو گیس، گرفتاری اور نظربندی جیسی سرکاری جارحیت و دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ خیر کشمیر میں تو عمر عبداللہ ہوں کہ ان کے باپ فاروق عبداللہ یا دادا شیخ عبداللہ یا مرکزی کی عنایات سے بننے والے دیگر حکمران بھی سب کچھ کرتے رہے ہیں کہ جس طرح پڑوسی ملک پاکستان میں امریکہ اپنی مرضی کے لوگوں کو اسی شرط پر حکمرانوں کی کرسی پر بٹھاتا رہا ہے کہ جو کام وہ خود نہیں کرنا چاہتا اقتدار اور ڈالر کا انعام بنام امداد دے کر کراتا ہے۔ کشمیر میں بھارت کی مرکزی حکومت بھی سب کچھ کراتی رہی ہے اور اس طرح ان سے اقتدار اور امداد کی قیمت وصول کرتی رہی ہے۔ اور معاملہ کشمیر تک محدود نہیں مرکز اور دوسری ریاستوں میں بھی تو وزیر اس مقصد کے لئے بنائے جاتے ہیں کہ جو کام ہندو، سکھ، عیسائی یا دوسرے وزراء خود کرتے شرمائیں، لحاظ کریں، وہی سب کچھ مسلم وزیروں اور افسروں کے ذریعے کرالیا جائے۔

عبدالکریم چھاگلہ کے ہاتھوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار ختم کرا کر اس کا تیا پانچہ کرادیا جائے، خورشید عالم خاں کے ذریعے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کیلئے اقلیتی کردار کو غیر ضروری قرار دلا دیا جائے اور اب انکے صاحبزادے سلمان خورشید کے ذریعے مسلمانوں کو ریزرویشن نہ صرف غیر ضروری بلکہ نقصاندہ دو دھاری تلوار قرار دلا دیا جائے اور پھر کہہ دیا جائے مسلمانو! ہم نے پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے لئے تمہاری قوم و ملت کے افراد کو ٹکٹ دے دیے۔ تم نے انہیں ووٹ دے کر پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں پہنچا دیا۔ تم نے مطالبہ کیا مسلمانوں کو وزارتوں کی کرسیوں پر فائز کیا جائے، ہم نے تمہارے نمائندوں کو وزیر بنا دیا، اب وہی وزیر کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ریزرویشن غیر ضروری ہے بلکہ نقصاندہ ہے، اب بتایئے ہم کیا کرسکتے ہیں؟ یہ تو آپ کے نمائندے مسلمان ہی کہہ رہے ہیں۔

سلمان خورشید نے اعلان کیا ہے مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کی بات، حسد، دشمنی اور مزاحمت کا ماحول پیدا کردے گی۔ اس کی جگہ انھوں نے "مثبت کارروائی" کی وکالت کی ہے جو "مقابلہ کی اہلیت" پیدا کرسکے کہ اس کی بجائے وہ اضافی مدد سے فائدہ اٹھانے والے بن کر نہ رہ جائیں۔ ان کا کہنا ہے یہ ریزرویشن کی جگہ کچھ دوسرے راستے

باقی صفحہ ۸ پر

خبر و نظر

لوک سبھا کی اسپیکر کی ذات؟

اخبار بینوں نے نوٹ کیا ہوگا کہ جب لوک سبھا کی اسپیکر شپ کے لئے میرا کمار کا نام طے کیا گیا تو سیاسی مبصرین اور میڈیا نے جس پہلو کو سب سے زیادہ نمایاں کیا وہ تھا ان کے دلت ہونے کا پہلو۔ ویسے پہلی خاتون اسپیکر کی حیثیت پر بھی گفتگو ہوئی لیکن دلت زادی ہونے کو باقاعدہ تبصروں کا موضوع بنایا گیا۔ سونیا گاندھی کو خراج تحسین پیش کیا گیا کہ انھوں نے اس اہم منصب کے لئے ایک خاتون کا انتخاب کیا وہ بھی دلت سماج سے تعلق رکھنے والی خاتون کا۔ ہندوستانی سوسائٹی کی کشادہ دلی کی تعریف بھی ہوئی۔ بعض مبصرین نے 'ہندو' سوسائٹی کی وسیع النظری اور کاسٹ سسٹم کا ذکر بھی بڑے فخر کے ساتھ کیا۔ انگریزی، ہندی کے اخباروں اور مین اسٹریم چینلوں کے علاوہ علاقائی زبانوں کے اخبارات میں اور ٹی وی چینلوں پر بھی دو تین دن تک اس واقعہ کا شور رہا —— البتہ خود دلت دانشوروں کی جانب سے اس پر ابھی ٹھوس تبصرے نظر یا کانوں سے نہیں گزرے۔ معلوم نہیں وہ دلت مبصرین جو کاسٹ سسٹم کے خلاف لکھتے اور بولتے رہتے ہیں، اس صورتحال پر کیا محسوس کر رہے ہیں۔ ہاں غیر جانبدار شہری اور اس ملک کی سیاسی و سماجی حقیقت سے باخبر افراد یقیناً اس سماجی نظام کے بانیوں کی غیر معمولی ذہانت کی داد دے رہے ہوں گے۔

داد دینی بھی چاہئے

اور داد دینی بھی چاہئے کہ ایک ایسا نظام جس میں انسانوں کو پیدائش کی بنیاد پر اونچے اور نچلے، لائق احترام اور قابل نفرت طبقات میں تقسیم کردیا گیا ہو؛ انسانوں کی بہت بڑی یعنی تین چوتھائی سے بھی زیادہ آبادی کو نیچ اور کمتر قرار دے دیا گیا ہو، اس نظام کو سوسائٹی کے لئے قابل قبول بلکہ قابل فخر بنا دینا، غیر معمولی ذہانت ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ کتنے لطف کی بات ہے کہ زمانہ دراز قبل انسانوں کے ایک گروہ نے یہ نظریہ تخلیق کیا کہ تمام انسان یکساں نہیں ہیں۔ پھر اُن کے چار زمرے بنا دیے، خود کو سب سے اوپر رکھ کر قابل احترام بلکہ لائق پرستش قرار دے دیا اور سب سے نیچے اس وسیع آبادی کو رکھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سرزمین کی اصل اور قدیم آبادی وہی ہے۔ پہلے اس آبادی کو اچھوت کہا جاتا تھا، پھر ذرا تعلیم عام ہوئی تو گاندھی جی جیسے ذہین افراد نے اسے 'ہریجن' کا نام دیا۔ اور اب ترقی کے اس دور میں انہیں "دلت" کہا جاتا ہے۔ ذہانت اور دور اندیشی کا عالم یہ رہا کہ آزادی کے بعد ان کے لئے شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کی دستوری اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ پھر ان کی معاشی حالت کی بہتری کے نام پر سرکاری ملازمتوں میں ان کے لئے ریزرویشن کا اہتمام کیا گیا جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اس نظام سے بندھے رہیں، لیکن اس طرح کہ نیچ ہونے کا ہمہ وقت احساس بھی رہے۔

اصلاحی تحریکوں کی ناکامی کا سبب؟

یہ نہیں کہ اس غیر انسانی آرڈر کے خلاف آوازیں نہیں اٹھیں۔ بڑی بڑی تحریکیں چلیں، بڑے بڑے مصلحین پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ کرشن، گوتم بدھ اور مہاویر جین کی تحریکیں بھی اسی نظام کے خلاف تھیں۔ دور جدید میں جیوتی با پھلے، راما سوامی نائکر، بابا صاحب امبیڈکر اور ابھی ابھی کانشی رام اٹھے تھے۔ ان لیڈروں کے افکار و نظریات کی بنیاد پر اس نظام کے خلاف زوردار تحریکیں چلیں، نظام کے بانیوں کو بہت برا بھلا کہا جاتا رہا۔ ان کی کتابیں جلائی گئیں، ان کے خلاف نفرت پھیلائی گئی لیکن نظام ہے کہ ٹس سے مس نہ ہوا، آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ اس کا سبب؟ صرف ایک ہے۔ ان رہنماؤں نے بانیوں کی اتھارٹی کو چیلنج نہیں کیا، ان سے نہیں پوچھا کہ انہیں یہ حق آخر کس نے دے دیا کہ انسانوں کی بڑی آبادی کو کمتر ٹھہرائیں۔ جو کوششیں ہوئیں، اُسی نظام کے اندر رہتے ہوئے باعزت مقام پانے کے لئے ہوئیں۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ بلکہ آج تو دلت ہونا بلیک میلنگ کا ذریعہ بن گیا ہے۔ فلاح و نجات تو دور کی بات ہے، ان لوگوں کو سماج میں باعزت مقام فی الحقیقت چاہئے بھی نہیں الا یہ کہ مادی اور معاشی لحاظ سے حالات بہتر ہو جائیں۔ پوری آبادیاں نہیں تو کم از کم لیڈر اور خوشحال طبقات اپنی اس حالت پر مطمئن ہیں۔ میرا کمار بھی بہت خوش ہیں کہ ایک دلت کی بیٹی کو اتنے بڑے منصب پر فائز کیا گیا ہے (پ ر)

زبانِ خلق

بی جے پی کو شاید اس کا ادراک نہیں ہے کہ آج کے ہندوستان نے ہندتو، اجودھیا اور اقلیت نوازی کے ڈھول پیٹنے کو مسترد کردیا ہے، رائے دہندگان نے آر ایس ایس اور وی ایچ پی دونوں کے ایجنڈے کو بھی مسترد کردیا ہے، اس بی جے پی کا بنیاد پرستوں کے آگے گھٹنے ٹیک دینا بھی پسند نہیں ہے۔ عام ووٹر کو تو کھانا، گھر اور امن چین درکار ہے۔ اگر بی جے پی کے موجودہ بحران سے ایسا کوئی لیڈر ابھر کر سامنے آتا ہے جو دور اندیش ہو اور جس میں قوت فیصلہ ہو تو آئندہ الیکشن میں اس سے بہتر کارکردگی کی توقع کی جاسکتی ہے۔

انل کمار کروپ، ترویور
ہندو، ۱۷؍جون ۲۰۰۹ء

●

عام انتخاب میں پارٹی کی شکست کے نتیجے میں بی جے پی کے اندر عدم اطمینان اور بے چینی کی جو کیفیت پیدا ہوگئی ہے وہ افسوسناک ہے۔ پارٹی کے ممبروں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ معمولی معمولی باتوں پر ان کے درمیان جو تو تو میں میں ہو رہی ہے ملکی سیاست پر بھی اس کے اثرات پڑیں گے، وہیں پارٹی کو اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ہندتو، اجودھیا میں رام مندر کی تعمیر، وزیراعظم کو ایک کمزور سیاستداں قرار دینے کی بنیاد پر جو بھی مہم چلائی جائے گی اس سے ووٹ حاصل نہیں کئے جاسکتے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملکی ترقی اور سیاسی استحکام کا ہدف کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بی جے پی کے پاس ان سوالوں کا جواب نہیں ہے۔ وہ شاید یہ بھی بھول گئی ہے کہ ملک میں مضبوط حزب اختلاف کا فقدان ملکی سیاست پر منفی اثرات ڈالے گا۔

ایس کے شاہ، دہلی
ہندوستان ٹائمز، ۱۷؍جون ۲۰۰۹ء

●

آر ایس ایس کے ایک نظریہ ساز نے صاف لفظوں میں یہ کہا ہے اور بھارتیہ جنتا پارٹی کو مشورہ دیا ہے کہ اسے ہندتو کو ترک کردینا چاہئے ...... یہ بات بالکل صاف ہے کہ رائے دہندگان نے مذہبی بنیاد پرستی کو مسترد کردیا ہے، لہٰذا آر ایس ایس کو اپنے سیاسی عزائم کو لگام دینی چاہئے اور سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر بھرپور توجہ دینی چاہئے جس کے لئے اس کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ بی جے پی کو سیاسی کھیل کو جاری رکھنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔

سی ایس پاٹھک، پونہ
انڈین ایکسپریس، ۱۷؍جون ۲۰۰۹ء

بلاتبصرہ

امریکی صدر اوبامہ نے حال ہی میں قاہرہ میں جو تقریر کی ہے اس سے اسرائیل، فلسطین مسئلہ کے پرامن اور منصفانہ حل کی امید بندھ گئی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ دنیا کی دو عظیم تہذیبوں کے مابین امن اور تعاون کی فضا پیدا کرے گا۔ البتہ اوبامہ نے ایک غیر متوازن بات بھی کہہ دی کہ امریکہ اور اسرائیل کے باہمی تعلقات ناقابل تنسیخ ہیں۔ اسرائیل نے بین الاقوامی قانون، اقوام متحدہ کی قراردادوں اور عالمی رائے عامہ کی ہمیشہ خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا اس پر پابندیاں کیوں نہیں عائد کی جاتیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اسرائیل کی دائیں بازو کی حکومت کو تو مذاکرات کی میز پر بلایا جاتا ہے لیکن فلسطین میں حماس کی منتخب حکومت کو کالعدم قرار دے دیا جاتا ہے؟

ایچ پی مترا، کلکتہ
اسٹیٹس مین، ۱۶؍جون ۲۰۰۹ء

●

بی جے پی کو اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ لوگوں کو زیادہ دنوں تک بے وقوف نہیں بنا سکتی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پارٹی کے پاس ملک کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ مسجدوں کو منہدم کرنا، کلب جانے والی خواتین پر حملہ کرنا ملک میں سیاسی استحکام لانے اور معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے ٹھوس قدم اٹھانے سے زیادہ ضروری کام ہیں تو اسے جان لینا چاہئے کہ ملک میں اس آئیڈیالوجی کو قبول کرنے والا اب کوئی نہیں ہے۔

سوکماری پال، بذریعہ ای میل
ہندوستان ٹائمز، ۱۶؍جون ۲۰۰۹ء

●

یشونت سنہا کا مستعفی ہونا تو سمندر میں جھاگ کی مانند ہے، الیکشن میں بی جے پی کی شکست کے میرے خیال میں دو بنیادی اسباب ہیں، مرکز میں یوپی اے کی کارکردگی اور بی جے پی کا ہندتو پر انحصار اور اصرار۔ اب اسے فرقہ واریت پر مبنی اپنی سوچ بدلنی چاہئے۔ اگر وہ ملکی سیاست میں اپنے وجود کو باقی رکھنا چاہتی ہے تو اسے ایسا کرنا پڑے گا۔

جے ادین الیگزینڈر، تھنجاور
ہندو، ۱۵؍جون ۲۰۰۹ء

●

اس وقت کانگریس کا بدل بی جے پی ہی ہے، ملک گیر سطح کی وہی دوسری بڑی پارٹی ہے، اس لئے اسے اپنے گھر کو درست کرنا چاہئے اور خود کو بکھرنے سے بچانا چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہندتو کے ایجنڈے پر نظرثانی کرے، اگر بھارتیہ جنتا پارٹی کے اندر سے ہندتو کے حامی منفی سوچ رکھنے والے عناصر نکل جائیں تو اس کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کانگریس کے لئے ایک چیلنج بن سکے گی۔

تھامس اینڈ منڈس، چنئی
ہندو، ۱۷؍جون ۲۰۰۹ء

●

کوئی بی جے پی کی حمایت کرے یا مخالفت اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بی جے پی ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت ہے، اس کے پاس ایک مضبوط مذہبی ایجنڈا ہے۔ یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ اس کا آر ایس ایس (راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ) سے بڑا گہرا رشتہ ہے۔ اس نے وی ایچ پی کو کافی فائدہ پہنچایا ہے، ان سے یہ نہ تو دور ہوسکتی ہے نہ انہیں خفا کرسکتی ہے۔ چند ایک کو چھوڑ کر بی جے پی کے تمام بڑے لیڈر ہندتو پر یقین رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں پارٹی کو چاہئے کہ وہ ہندتو کو اپنا بنیادی ہدف بنالے۔

آر تھرونارائن، چدمبرم
ہندو، ۱۷؍جون ۲۰۰۹ء

لاکھوں امریکی خواتین حکومتی رہائش کی منتظر ہیں

سید وسیم الدین حیدرآباد

◎

اکیسویں صدی کے پہلے دہے میں سیاہ فام افریقی نژاد امریکی صدر اوباما کے عہد صدارت میں امریکہ میں بے گھر خواتین کا مسئلہ جہاں بڑی سنگین صورت لئے ہوئے دکھائی دے رہا ہے، وہیں بعض کیمونٹی ساجیات اور ماہرین ہاؤسنگ کے لئے بے گھر خواتین کا مسئلہ پیدائشی عمل میں زمانی تسلسل میں تاریخی پہلو کے ساتھ معاشی نشیب وفراز کا بھی نمایاں پہلو رکھتا ہے اس لئے بعض ساجی ماہرین مسئلہ کا تاریخ جائزہ لیتے ہوئے اپنے انفرادی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ امریکہ میں بے گھر خواتین کے مسائل معاشی عمل کی مختلف نوعیتوں کے ساتھ جڑے رہے ہیں۔

اس لئے ایک اسٹڈی میں یہ بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں بے گھر خواتین کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب امریکی صدارتی عمل ڈیموکرایٹک صدر رووڈرو ولسن (Woodrow Wilson) کے عہد سے ہوتا ہوا ریپبلکن صدر وارن جی ہارڈینگ (Warren G Harding) اور Calvin Coolidge پھر (1929-1931) تک پہنچا جس کے عہد صدارت کے آخری سالوں میں امریکی اکنومی میں سب سے بڑا معاشی بحران آیا جس کو امریکہ کی اکنومی کی تاریخ میں Great Depression 1929 کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں امریکی اکنومی کی حالت اس قدر خستہ ہوگئی تھی کہ ۱۹۳۲ء کے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے والے کمیونسٹ پارٹی کے قائد مسٹر ولیم ایل فوسٹر (William L Foster) کو یہ کہنا پڑا تھا کہ امریکی سرمایہ داری خوشحالی اس وقت بھوک، بیماری اور قلاشی کا ہولناک منظر پیش کررہی ہے۔

became a nightmare of hunger, sickness, destitution and pauperization (History of the USA since World War1" : N Sivachyov E Yazkov) کیونکہ (۱) ۱۹۳۳ء میں امریکی بینک اپنا دیوالیہ اس طرح سے نکال چکے تھے کہ تمام ڈپازٹرز اپنے ڈپازٹ کھوتے ہوئے غریب ہوچکے تھے۔ (۲) مارچ ۱۹۳۳ء میں نیویارک اسٹاک مارکیٹ اپنا اسٹاکس ($87 billion) کھوتی ہوئی 19 billion $ کی سطح پر آگئی تھی۔ اسے 77.8 فیصد کا عظیم الشان نقصان ہوا۔ (۳) Labor Research Associates کے مطابق 1932ء میں سترہ ملین امریکی بے روزگار ہوگئے تھے۔ (۴) سب سے بری مار تو ورکنگ کلاس لیبر کلاس اور اگریکلچر لیبر اور فارمس پر پڑی تھی۔ ان سب کا جینا مشکل ہوگیا تھا۔

Great Depression 1929 سے متاثرین میں وہ فوجی خاندان بھی شامل تھے جنہوں نے پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں اپنی خدمات انجام دی تھیں۔ (۵) Great Depression 1929 کے سنگین اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ صرف ایک سال کی مدت میں صرف نیویارک شہر میں دو ہزار امریکیوں کی وفات ہوگئی۔

Great Depression 1929 سے متاثرین میں وہ جوڑے بھی شامل تھے جنہیں مالی مسائل نے ایک دوسرے سے جدا ہونے پر مجبور کردیا۔ مالی حالات سے متاثر امریکی زوجین میں اختلافات اتنے بڑھے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا رہنے لگے۔ امریکی جوڑوں میں ایک طبقہ ایسا بھی موجود تھا جو طلاق کے شرائط پورے کرنے سے قاصر تھا اس لئے طلاق سے بچنے کے لئے علیحدگی کو مناسب سمجھا گیا۔ مگر اس کے باوجود طلاق کی شرح میں اضافہ ہوتا گیا۔

ملک کے معاشی مسائل سے امریکی زوجین پر خاندانی زندگی پر اور انسانی تعلقات پر منفی اثرات اتنے پڑے کہ امریکی سماج کے سماجی اداروں (Social Institutions) پر ضرب لگی۔ Depression 1929 کی وجہ سے عظیم الشان منفی اثر welfare State کے تصور پر پڑا جس کی وجہ سے امریکی نظم ونسق عوامی فلاح وبہبود کی اسکیموں پر خاطر خواہ توجہ دینے میں ناکام ہوگئی جس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ خصوصاً ضرورت منداور بے گھر شہریوں میں زبردست اضافہ ہوگیا۔

USA: HOMELESSNESS

(1) Middle-aged female and homelessness" Sandara S Butler, 1957.

(2)"Help for Homeless Women" Suzanne L Wenzel, 2006.

(3) "Homelessness grows as more live check to check" Stephaine Armour, 2003.

(4) "Homeless numbers 'alarming' Wendy Koch, 2008.

سطور بالا کی اسٹڈیز میں امریکہ میں بے گھر خواتین کے مسئلہ کو امریکی اکنومی کے اتار چڑھاؤ سے جوڑ کر دیکھا گیا ہے اور اسے خواتین کی بے گھری کے اسباب میں شامل کرکے اس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ سطور بالا میں درج کی گئی اسٹڈیز سے یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ امریکی تاریخ میں رپورٹوں میں کہا گیا ہے۔

(1) "How the Other Half Lives" Jacob Riss ,1890.

(2) 1960 Survey by Temple University of Philadelphia

(3): Community Mental Health Act of 1963.

میں بتایا گیا تھا کہ ۱۹۶۳ء کے دہے میں بے گھر خواتین کا بہت بڑا فیصد پایا جاتا ہے جن کی عمریں ۷۴ سال تھی اور سیاہ فام کی بہ نسبت سفید فام امریکی متاثر تھے۔

۱۹۸۰ء کے دہے میں زیادہ تر امریکی اقلیتیں متاثر ہوکر بے گھر تھیں۔

(4) Pitt University Survey 1994

(5) 1996 National Survey of Homelessness

(6) US Conference of Mayors 1996

(7) 1996 National Survey of Homelessness Assistance Providers and Clients

کے مطابق امریکہ میں بے گھر مرد و خواتین کی تعداد 1.58m اور 3.49m کے درمیان میں تھی۔

۱۹۹۶ء میں کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں بے گھر مرد وخواتین کی تعداد 3m سے تجاوز کر گئی تھی۔

(1) : CRS Report for Congress Homelessness: Recent Stastics, Targeted Federal Programs and Recent Legislation, Updated 2005. میں بے گھروں کی تعداد ع 2.5m بتائی گئی ہے۔

سابقہ ریپبلکن صدر رونالڈ ریگن (Ronald Regan) اور سابقہ ڈیموکریٹک صدر بل کلنٹن نے بے گھر مرد وخواتین کے لئے فلاحی بجٹ میں بہت بڑی کمی کرکے اور ضوابط اور اصولوں کو تنگ کرکے خواتین کے لئے اور مسائل پیدا کردیے حالانکہ انہوں نے مسائل کے حل کے نام پر مندرجہ ایکٹ پاس کیے تھے۔ رونالڈ ریگن نے اپنے عہد صدارت میں HUD budget میں بہت کمی کردی تھی۔ بہت ساری لوگوں کی نمائندگی کی بنا پر انہوں نے Mckinney -Vento Homeless Assistance Act پاس کیا تھا اس کے باوجود بے گھر خواتین سے جڑے مسائل کم نہ ہوسکے۔ کیوں کہ بجٹ 74 m$ ہوگیا تھا۔ مسائل اور مشکلات ومصیبتوں سے تنگ آکر اگست ۱۹۸۸ میں Tompkins Square Park Police Riot ہوا تھا۔ سابق امریکی صدر بل کلنٹن کے عہد صدارت میں National Alliance to End Homelessness پاس کیا گیا جس کے تحت نئے قوانین وضوابط کی منفی انداز میں تدوین کی گئی اور بے گھر خواتین کے لئے مسائل کا انبار لگ گیا۔

(1) :US Department of Veterans Affairs

2) Aid to the Families with Dependent Children (AFDC)

اپنے وسیع تناظر میں امریکہ میں بے گھر خواتین کے مصائب سے یہ تصور پر پایا جاتا ہے کہ امریکی صدور کے نظم ونسق کی پالیسی میں سوسائٹی کے نظام میں جو خامیاں کمیاں اور دشواریاں پائی جاتی ہیں، وہی بے گھر خواتین کے مصائب کا بہت بڑا سبب ہیں۔ اسی وجہ سے ماہر ساجیات نے یہ تسلیم کیا کہ امریکہ نظم ونسق welfare state کے تصور کو پانے میں ناکام ہوتا آیا ہے۔ مختلف مسائلی اکائیوں میں بٹی ہوئی امریکی سوسائٹی اپنی پالیسی میں اور پالیسی پر عمل آوری میں بے گھر خواتین کو معاشی سماجی اخلاقی طبی تحفظ دے نہیں پائی ہے۔ امریکی سوسائٹی میں جو کم آمدنی والے خواتین کے طبقات ہیں ان کے لئے رہائشیں فراہم نہیں کی گئی ہیں۔ ان کے لئے خاطر خواہ housing schemes اور shelter کا انتظام نہیں کیا گیا کیوں کہ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بے گھر خواتین کی تعداد گھٹنے کے بجائے بڑھتی ہی گئی۔ نظم ونسق کو بدلتی ہوئی پالیسیوں اور فنڈز کی بتدریج کمی کی وجہ سے housing schemes کو عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔ غریب اور کم آمدنی والے طبقات سے وابستہ خواتین اور خاندانوں کو نہ تو housing مل سکا اور نہ ہی تعلیمی سہولتیں مل سکیں، نہ ہی انہیں روزگار کے مواقع مل سکے، اور نہ ہی روزگار کے لئے تربیتی کورسس، شعبہ تعلیم اور شعبہ روزگار میں محدود وسائل اور محدود سہولتوں کی وجہ سے انہیں ساجی سیکوریٹی (Social Security) نہ مل سکی جو کہ امریکی سوسائٹی میں اہم مانی جاتی ہے۔

معاشی مالی اور روزگار کے مسائل سے الجھنے سے بے گھر خواتین کے لئے اہم ترین مسئلہ صحت بن گیا۔ مسلسل لغو بے معنی غیر افادی زندگی کے دن کاٹنے سے نفسیاتی بیماریوں کا انہیں شکار ہونا پڑا۔ موثر ذہنی صحت کی کمی کی وجہ سے Phschological abnormality بے گھر خواتین کی نفسیاتی زندگی کا مسائلی پہلو بن گئی۔ مسلسل بے کاری نے بے گھر خواتین کو جرائم کی راہ کی طرف مائل کیا۔ اسی وجہ سے ان میں شراب نوشی کے ساتھ نشہ آور منشیات لینے کا رجحان بڑھا اور بے گھر خواتین کی سوسائٹی میں جرائم گھس آئے۔ سوپر امریکی سوسائٹی میں خواتین کو بے گھر بنانے میں امریکی مردوں کا جسمانی اور جنسی تشدد (domestic violence: physical and sexual violence) عام ہے۔

امریکہ میں بے گھر خواتین کے مصائب اور مشکلات پر جب وسیع تناظر میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ امریکی سوپر سوسائٹی میں انسانی زندگی میں جن تحفظات (secrities in life) کو اہم مانا جاتا ہے وہ تمام چیزیں بے گھر خواتین کی زندگی میں برائے نام پائی جاتی ہیں۔ انہیں اسپتال کی سہولتیں بھی بڑی مشکل سے ملتی ہیں۔ بلاشبہ صحت کے متعلق پروگرامس پر عمل آوری کے محدود تصور نے بے گھر خواتین کو بیمار کرنے میں حصہ لیا۔ بے گھر خواتین میں اموات کا عمل بڑا تیز پایا جاتا ہے۔

''Poverty and Unemployment in America" John Peterson کے مطابق امریکہ میں (بعض سماجی ومعاشی طبقات کی) ایسی زندگی کی تصویر اُبھر کر آتی ہے جس میں زندگی کی خوبی نہیں، بہترین روزگار کا بہترین معاوضے کا اور بہتر صحت کا تصور نہیں۔ یعنی غربت اور بے روزگاری کی زندگی۔

ایک رپورٹ کے مطابق: ۲۰۰۷ء میں امریکی ادارے کو ایمرجنسی شلٹر (Emergency Shelter) کے لئے 1,341,295 درخواستیں وصول ہوئی تھیں جب کہ ۲۰۰۸ء میں 2,049,782 درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ دوسری رپورٹ کے مطابق ۲۷۰ شہروں میں بے گھر خواتین کے لئے ایمرجنسی شلٹر کی ضرورت دریافت کی گئی۔ تمام رپورٹس سے پہلا اور آخری نتیجہ یہی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امریکی صدور کے نظم ونسق بے گھر خواتین کو گھر دینے میں انہیں مہذب زندگی دینے میں اور ایک بہتر شہری بنانے میں خاطر خواہ مدد دینے میں ناکام رہے ہیں۔ امریکی ڈریم صرف ڈریم کی سطح پر نظر آرہا ہے۔ چونکہ سیاہ فام امریکی صدر کو سارے مسائل میں گھیرے ہوئے ہیں ان کے لئے فی الحال یہ مشکل ہوگا کہ بے گھر خواتین کے لئے کچھ کرسکیں۔ لہٰذا ان کے لئے مسلم خواتین کی بھلائی پر توجہ دینے کے بجائے امریکی نظم ونسق کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ پہلے اپنے ملک کی بے گھر خواتین کے مصائب کو دُور کریں کیونکہ اس وقت ان کی تعداد 2,049,782 ہے جو حکومتی رہائش کی منتظر ہیں۔

●●

بدعات کا خاتمہ کیسے ہوسکتا ہے؟

محمد اشفاق حسین، حیدرآباد

بدعات کا خاتمہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ اسلام سے متعلق ایک اہم اور مفید موضوع ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ''بدعت'' کس کو کہتے ہیں کہ جسے ہم چھوڑ دیں اور اس کے خاتمہ کی کوشش کریں۔ کفر، شرک، حرام، نفاق اور ریاء وغیرہ کی طرح بدعت بھی ممنوعات سے متعلقہ اسلام کی ایک اہم اصطلاح ہے۔

قرآن اور حدیث کے مطابق دین اسلام وحی الٰہی کے ذریعہ مکمل ہوگیا اور اسلام سے متعلق تمام عقائد تصورات، احکام اور ذکر وعبادت کے تمام طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کے ذریعہ بتلادئے گئے اس کا ایک مکمل اور اعلیٰ عملی نمونہ اسوۂ صحابہ کی شکل میں پیش کردیا گیا۔ اس سلسلہ کی ایک اور بات یہ ہے کہ ذکر وعبادت کے طریقے ضروری بھی ہیں اور زائد از ضروری یعنی نوافل کی صورت میں کثیر بھی۔ اور یہ سب مبینہ طور پر مکتوب، منقول، مسنون اور ماذون ہیں۔ جس کے بعد مسلمانوں کو ذکر وعبادت کے لئے نئے طریقوں کو اختراع اور ایجاد کرنے کی ضرورت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ حصول تقویٰ، تزکیہ نفس، اجر وثواب، اور ہمنائے الٰہی کے لئے ضرورت سے بھی زیادہ ذکر وعبادت کے طریقوں کو بتادینے کے بعد دین اسلام کو خالص اور بے آمیز رکھنے، اس کی حفاظت کرنے اور اس میں تحریف، فساد اور بگاڑ اور فرقہ بندی کا دروازہ بند کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اب ان کا کام ذکر وعبادت کے بتلائے ہوئے طریقوں پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا ہے تاکہ ان میں اپنی طرف سے اختراع اور اضافہ کرنا ورنہ یہودیت اور نصرانیت کی طرح اسلام میں بھی فساد اور بگاڑ پیدا ہوجائے گا اور اس کی اصلیت باقی نہ رہے گی۔ اور مسلمان متعدد گمراہ فرقوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ بکثرت احادیث اور آثار صحابہ کے مطابق اسلام میں ذکر وعبادت کے نئے طریقوں کی اختراع اور اضافہ سے منع کردیا گیا ہے۔ خواہ وہ بظاہر اچھے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ ان کی نہ اسلام کو ضرورت ہے اور نہ مسلمانوں کو!

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے۔'' (مسلم)

(۲) حضرت حذیفہؓ بن یمان سے مروی ہے کہ جس عبادت کو صحابہؓ نے نہ کیا ہو۔ اسے تم بھی نہ کرو۔ کیوں کہ پہلے نے بعد والے کے لئے کوئی بات نہ چھوڑی ہے۔ تم پہلے والوں کی اتباع کرو۔'' (ابوداؤد)

(۳) حضرت حذیفہؓ ہی سے مروی ہے کہ ''اللہ کی قسم بدعات ضرور بالضرور عام ہوجائیں گی۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کچھ چھوڑ دی جائیں تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی۔'' (امام محمد کتاب الآثار)

(۴) امام سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے ''ابلیس کو گناہ کی بہ نسبت بدعت زیادہ پسند ہے۔ اس لئے کہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے اور بدعت ایسی گمراہی ہے کہ اس سے توبہ نہیں کی جاتی۔'' (تلبیس ابلیس ابن جوزیؒ)

(۵) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ''مومن پر لازم ہے اتباع سنت اور جماعت کی۔ پس سنت سے مراد سنت رسول اللہؐ اور جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس پر صحابہ کا اتفاق ہو۔'' (غنیۃ الطالبین)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''اتباع جیسے فعل میں واجب ہے، اسی طرح ترک میں بھی اتباع ہوگی۔''

(اشعۃ اللمعات، ج:۱)

کسی عمل کے بدعت ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنت نہیں ہے اور جس پر صحابہ کرام نے عمل نہیں کیا تھا اور جو کام سنت نہ ہوگا، وہ بدعت ہوگا۔ اگر چہ اس کی کسی حدیث میں ممانعت نہ آئی ہو۔ مثلاً: حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک ماری۔ اور کہا: "الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اس کا تو میں بھی قائل ہوں۔ (یعنی حضورؐ پر سلام بھیجنے کا) لیکن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) اس کی تعلیم نہیں دی (بلکہ حضورؐ نے اس موقع پر) صرف اس بات کی تعلیم فرمائی ہے کہ ہم الحمد للّٰہ کہا کریں۔'' (مشکوٰۃ)

بدعات کا خاتمہ، بدعت کی حقیقت سمجھنے اور اس کے مطابق ذکر وعبادت کے ان تمام نئے نئے طریقوں، رسموں اور رواجوں کو چھوڑ دینے سے ممکن ہے جو نہ دور صحابہ میں تھے۔ اس لئے کہ اسلام سے مروجہ بدعات، رسوم اور عبادات کو اگر خارج کردیا جائے گا تو وہی اسلام باقی رہے گا جو دور صحابہ میں موجود تھا۔ اگر مروجہ بدعات کو قرآن وحدیث پر مبنی منقول اور مشروع اسلام سے خارج کردیا جائے تو اس ترک اور اخراج سے اسلام کو کوئی حرج اور نقصان نہ پہنچے گا۔ بلکہ وہی اسلام باقی رہے گا جو دور صحابہ میں کارفرما تھا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بدعات سے بچیں اور مروجہ بدعات کے بارے میں علماء سے یہ دریافت کریں کہ کیا فلاں عبادت کسی تاویل اور موشگافی کے بغیر۔ دور صحابہ میں تھی اگر اثبات میں جواب ملا تو وہ یقیناً قابل عمل سنت ہوگی۔ ورنہ قابل ترک بدعت۔ کسی عبادت کے بارے میں صرف یہی دیکھنا نہیں ہے کہ وہ بظاہر اچھی ہے یا بری۔ بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ دور صحابہ میں تھی یا نہیں۔ اور کیا صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تھا؟ مسلمان اگر قرآن وسنت اور دور صحابہ کی اتباع کریں گے اور اس سے باہر کی نئی عبادتوں اور بنے ہوئے طریقوں کو ترک کردیں گے تو ایسی صورت میں بدعات اور رسم ورواج اپنی موت آپ مرجائیں گے!

●●

عزت کا معیار تقویٰ

محمد سیف اللہ کوٹہ (راجستھان)

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ درحقیقت تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

(سورۃ الحجرات: ۱۳)

اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(سورۃ الحج: ۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ ''یہاں'' ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت کی چیز تقویٰ ہے اور بہت سے ایسے لوگ جنہیں ان کی کمزوروں اور غربت کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز ہوتے ہیں کیونکہ عزت تقویٰ کے درجے کے مطابق ہی ہوگی۔

رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا (تقویٰ والا) ہے'' اور تقویٰ کا تعلق دل ہی سے ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال ودولت کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا ''جنت وجہنم میں تکرار ہوئی جہنم نے کہا: میرے پاس صرف کمزور اور گرے پڑے لوگ آتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تم میری رحمت (کی علامت) ہو، تمہارے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہوں، رحم کرتا ہوں، اور جہنم سے فرمایا: تم

باقی صفحہ ۸ پر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

عزیز بلگرامی

◎

امریکہ کے عیسائی صدر بارک حسین اوباما نے مصر کی سرزمین سے عالمِ اسلام سے مکرر تالیوں کی گونج کے درمیان اپنے تاریخی خطاب میں کیا کچھ کہا، کن کن عالمی اُمور و تنازعات پر کس کس طریقے سے اپنے خیالات ظاہر کیے، عالمی نقضِ امن کے لیے کن کن عوامل کو ذمہ دار ٹھہرایا، وہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ اخبارات کے صفحات کی زینت بن چکا ہے، جنہیں دہرانے کی مطلق ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ صدر اوباما کی تقریر کے وہ اجزاء اصل اہمیت کے حامل نہیں ہیں جو مسلمانوں سے متعلق ہیں یا عالمِ اسلام سے خطاب میں کہے گئے ہیں یا جن میں بمقابلہ اسلامی دنیا اپنی معصومیت کی دہائی دی گئی ہے، بلکہ تقریر کا وہ حصہ جس میں اغیار اوباما کے مخاطب ہیں یا جس میں اغیار سے تعرض کیا گیا ہے، وہی تقریر کا اصل ہے۔ مسلم نقطۂ نظر سے بھی اور عالمی امن کے لحاظ سے بھی۔ تقریر میں یہودیوں سے جس طرح تعرض کیا گیا ہے اور فلسطینی ریاست کے قیام کے بارے میں امریکی پالیسی کی نئی تعبیر سے جس طرح یہودیوں کی پیشانیوں پر شکنیں اُبھری ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی، جس کا مرکز خود امریکہ ہے...... سے رونما ہونے والے عالمی معاشرتی عدم توازن کا جس طرح تذکرہ کیا گیا ہے، گوانتاناموبے کی جیل یا دیگر غیر ملکی امریکی جیل خانوں میں روا رکھے جانے والے ٹارچر کے غیر انسانی طریقوں کے حوالے جس جس انداز سے زیر بحث آئے ہیں۔ یہ اس تقریر کے ایسے اجزاء ہیں جو عبرت ناک بھی ہیں اور خود طاقت کے نشے میں چور عالمی طاقتوں کے لیے لمحۂ فکریہ بن گیے ہیں۔

یہودیوں سے ہمدردی کا رویہ اختیار کرنے سے اوباما کے پیش رووں یا یوروپی دنیا کو یا خود اوباما کو کس نے روکا ہے، جو بہ ظاہر اس تقریر کے حوالے سے اسرائیل پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں! مغرب سے یا امریکی قیادت سے عالمی مسلمانوں کا گلہ صرف اسی قدر تو ہے کہ آخر ساری دنیا میں کیا کہیں کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں چند لاکھ یہودیوں کو بسایا جا سکتا تھا۔ آخر عالم اسلام کے ٹھیک درمیان ایک ایسی قوم کو لا بسانا جو ہزاروں سالوں سے پیغمبروں اوران کے پیروؤں سے نبرد آزمائی میں مصروف رہی ہے اور اسے نقشۂ عالم پر ایک عسکری قوت بنا کر اُبھارنا، انصاف کے کس اُصول کے تحت جائز تصور کیا گیا؟ اور جو ادھر چودہ سو سالوں سے عموماً اور ساٹھ سالوں سے خصوصاً اسلامی دنیا کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے؟ بکریوں کے ایک ریوڑ کے درمیان ایک شیر کو چھوڑ دینا اور بکریوں سے یہ کہنا کہ اس سے کسی طرح نباہ کیا جائے کہاں کا انصاف ہے۔ کوئی اس مثال سے یہ استدلال نہ کرے کہ بکریوں کے کمزور ہونے کی ضرب مسلمانوں پر پڑتی ہے اور یہودی شیر کے مصداق قرار پاتے ہیں (اگر چہ فی زمانہ اس مثال میں کسی درجے میں صداقت بھی موجود ہے) بلکہ مثال کا منشاء صرف یہ ہے کہ ایک بے ضرر علاقے میں ایک نسبتاً پُر امن عرب قوم سے چھیڑ خانی کی شکل پیدا کرنا اور پھر امن کی توقع رکھنا، کیوں کر ایک معقول فکر بن سکتی ہے۔ کیا خود یورپ جو یہودیوں کا ہمدرد وغم گسار ہے...... اپنے کسی خوشگوار علاقے میں یہودیوں کے لیے ایک ملک آباد کرنے کے لیے زمین فراہم نہیں کر سکتا تھا! یا جس ملک (یعنی جرمنی) میں اس قوم پر مظالم ڈھائے گیے، اُسی کی مناسب و منصفانہ تقسیم کے ذریعہ اُنہیں ایک آزاد ملک عطا کرنا، ان طاقتوں کے لیے کیا ایک غیر ممکن کام تھا؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ دنیا میں برپا قابلِ مذمت دہشت گردی کے اسباب کے ڈانڈے ان ہی مغرب اور امریکہ جیسی طاقتوں کی ہمدردیوں سے جا ملتے ہیں جو اسرائیلی مملکت کو حاصل ہیں۔! وقفے وقفے سے جس طرح فلسطینیوں اور مسلمانوں کی منہ بھرائی کے لیے امریکی صدور اسرائیل کو ناانصافی کا علمبردار بھی گردانتے رہے ہیں اور دوسری طرف اسرائیل کو پال پوس کر بڑا بھی کرتے رہے ہیں، کیا اس منافقانہ طرز عمل سے عالمی امن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے! اس وقت جو یہودی تھنک ٹینک بظاہر امریکی تقریر پر ناراض ہے، وہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس طرح کی تقریریں صیہونی عزائم کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں بن سکتیں، بلکہ جیسا کہ سازش کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی آئی ہے کہ خود اوباما، کیا عجب کہ یہودی منصوبوں کی تکمیل کے لیے...... ایک سازشانہ چال کے تحت...... دنیا کی طاقتور گدی پر بٹھا دیے گیے ہوں۔ اسی احساس کی بنا پر ہمیں اندیشہ ہے کہ خدانہ خواستہ اسی تقریر کو یہ کہہ کر مسلمانوں کی بربادی کے ایجنڈے میں سرعت پیدا کرنے کا ایک موثر بہانہ نہ بنالیا جائے کہ دیکھو! دنیا کے ایک طاقتور ذمہ دار اوباما کے اس قدر پر خلوص خطاب کے باوجود مسلمانوں نے اپنی روش نہیں بدلی اور یہ خطرناک گمان ہونے لگتا ہے کہ اسی تقریر سے خدانخواستہ مسلم ملکوں میں قتل وغارت گری کا جواز پیدا کیا جائے گا اور مسلم دنیا میں خوب تباہیاں مچائی جائیں گی۔ رہا ۱۱ر ستمبر کا واقعہ تو اس سے جڑے کئی سوالات ہیں جو اپنے جوابات کے لیے منہ پھاڑے کھڑے ہیں، مثلاً یہ کہ اِسے انتہائی چالاکی سے ''دہشت گردانہ کارروائی'' سے زیادہ ''امریکہ پر حملہ'' کس نے قرار دیا تھا اور تین ہزار امریکی شہریوں کی اموات کو اُن کی نسلی وابستگیوں کے حوالے سے کس نے دنیا کے بے شمار ممالک کو اشتعال دلایا اور شکوک کی بنیاد پر عالمِ اسلام پر جل جل کر حملے کی راہ کس نے ہموار کرائی جو آج تک تھمتا دکھائی نہیں دیتا اور جو ڈرون حملوں کی شکل میں آج بھی جاری ہے اور تین ہزار امریکی اموات کے جواب میں پتہ نہیں تین لاکھ یا تیس لاکھ اموات کا لائسنس انہوں نے بہر طور کیسے اور کس سے حاصل کر لیا ہے۔ کیا یہ لاکھوں مسلمان دہشت گرد تھے جنہیں تہہ تیغ کیا گیا۔!!

اسی طرح فحاشی کے مقصد کے لیے انٹرنیٹ کے مسلسل ہونے والے استعمال پر اوباما کا تشویش زدہ ہونا بھی تقریر کا ایک اہم جز بن گیا ہے، لیکن افسوس کہ جہاں سے فحاشی کے سوتے پھوٹ پڑے ہیں، وہ خود امریکی سر زمین ہے اور دنیا کا ایک ایک گھر آج اپنی نوجوان نسل کی تباہی کے منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ دنیا میں مختلف ممالک و مذاہب کی تہذیبی قدروں کو روندتے ہوئے بڑھتی سریع الحرکت عالمگیریت کسی اور کے لیے تباہ کن ہو کہ نہ ہو، اسلامی قدروں پر صریح حملے کے مترادف ضرور ہے۔ اوباما، مسلمانوں کو اس آلودۂ ہوس تالاب سے اپنی ترقی کی پیاس بجھانے کا کس سادگی سے مشورہ دیتے ہیں۔ یا للعجب۔

یہ بات کہ گوانتاناموبے کی جیل کو بند کردیا جائے گا، تو اس کے بند کیے جانے سے فی الواقع کیا فرق واقع ہونے والا ہے ابھی تک یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ کیوں کہ جن جیلوں کو بند کیا جائے گا کیا اس کے محبوسین کے مقدمے بھی ختم ہوجائیں گے! اگر نہیں تو کیا ان کی منتقلی کسی دوسری جیل میں نہیں ہوگی اور کیا محض اس منتقلی سے ٹارچر کے طریقوں میں یک بہ یک سدھار آجائے گا! اور پھر یہ سارا عمل کیوں کر جارح امریکہ کو اُس جارحیت کے الزام سے بری کردے گا جو اسلامی ممالک پر مفروضات کی بنیاد پر تھوپی گئی اور اس الزام سے بھی کہ قیدیوں کے ساتھ جنگی قیدیوں کا سا معاملہ کرنے کے بجائے ان کے ساتھ غیر انسانی ٹارچر کا معاملہ کیا گیا اور ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کرنے کی ایک منظم مہم چلائی گئی۔ ایسے میں کیا ایک اوباما کی تقریر خلوص کا آئینہ دار ہونے کے باوجود عالم اسلام یا مسلمانوں کو مطمئن کرسکے گی یا خیر سگالی کا کوئی نتیجہ برآمد کرنے میں کامیاب ہوجائے گی؟

●●

دعوت

۲۲؍جون ۲۰۰۹ء

بدعنوان ججوں کیخلاف کارروائی کا منصوبہ

نو منتخب یو پی اے حکومت میں وزیر قانون ویرپا موئیلی اپنی وزارت کے ابتدائی دوسودنوں کے اندر ملک کے جوڈیشیری سسٹم میں بڑے پیمانے پر اصلاحات کی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔ جس میں خاص طور سے جوڈیشیری میں پائے جانے والے کرپشن اور ججوں کے تقرر کے عمل پر زور دیا جائے گا۔ وہ اس سلسلہ میں چیف جسٹس آف انڈیا سے بھی بات چیت کریں گے، ان کا کہنا ہے کہ جوڈیشیری میں کرپشن کا وجود ایک سنگین مسئلہ ہے۔ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ججوں کے تقرر سے متعلق نظام کے بارے میں بہت شکایتیں پائی جارہی ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں ججوں کے تقرر کا جو نقشہ بنایا گیا تھا اس پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ عام رائے یہی بن رہی ہے کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یہ شکایت عام ہے کہ تقرر اور پرموشن کے لئے ذمہ دار جج کمیٹی کی طرف سے سپریم کورٹ تک پرموشن میں سینئر ججوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ۱۶۰ سال پرانے اس نظام کے بارے میں خود جوڈیشیری کے اندر سنگین تشویش محسوس کی جارہی ہے۔ اس لئے ہائر جوڈیشیری کو یہ مشورہ دینے میں کہ اس پر صرف نظر ثانی ہی نظام میں بہتری لاسکتی ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے موجودہ ججوں کے اندر کرپشن کے بڑھتے ہوئے الزامات کے سلسلہ میں وزیر قانون کا کہنا ہے کہ یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔ جس کو اس نظر سے نہیں دیکھا جانا چاہئے کہ اس سے کسی ادارے کا وقار مجروح ہوتا یا اس کی ہتک ہوتی ہے۔

وزیر قانون کا یہ بھی کہنا ہے کہ ججز انکوائری ایکٹ جو ۱۹۶۸ء میں بنا تھا اور جس کے تحت بدعنوان ججوں کے خلاف کارروائی کا نقشہ تیار کیا گیا تھا چار دہائی پرانے اس ایکٹ پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے وزیر قانون کا کہنا ہے کہ اس قانون کو موثر بنانے کے لئے حکومت اس قانون میں ترمیم بھی کرسکتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ججوں کے تقرر سے متعلق تقرر کے موجودہ نظام اور کرپٹ ججوں کے خلاف ایکشن یو پی اے حکومت کی جوڈیشیل اصلاحات میں خاص توجہ دی جائے گی۔ یہ کام ہائر جوڈیشیری کے مشورہ سے کیا جائے گا۔ جوڈیشیل اصلاح کا کام تیز رفتاری سے انجام دینے کے لئے ان امور کو جلد ہی چیف جسٹس آف انڈیا کے سامنے رکھا جائے گا۔ جوڈیشیری کے اندر کرپشن کو چیک کرنے کے لئے ججوں کے تقرر اور اس کے میکانزم میں مزید مقصدیت لانے کی ضرورت ہے۔ تاہم انہوں نے یہ بات بالکل واضح کردی کہ اصلاح کے ان کے ویژن میں جوڈیشیری سے ٹکراؤ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ وہ الزام تراشی پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ججز انکوائری ایکٹ ۱۹۶۸ء جو بدعنوان ججوں کے خلاف ایکشن کا پورا نقشہ پیش کرتا ہے اس پر نظر ثانی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یو پی اے حکومت نے اپنے پہلے دور میں اس ایکٹ کو مزید شفاف بنانے کے لئے اس میں دوبارترمیم کی کوشش کی تھی۔ اس سلسلے میں جو بل تیار کیا گیا ہے ہم اس پر پھر سے کام کرسکتے ہیں۔ تاہم ہم اپنے اس پختہ عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اس بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے اور پاس کرانے کے پابند ہیں۔

وزیر قانون کا کہنا ہے کہ دوسرے اداروں کے برخلاف جوڈیشیری، میڈیا روزانہ اپنا دفاع نہیں کرسکتی۔ اس لئے اس ادارہ کے خلاف الزام تراشی کے سلسلہ میں ہمیں محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ جوڈیشیری کو تحفظ فراہم کرانے کے حق میں ہیں اس کے ساتھ ہی حق معلومات ایکٹ پر بھی عمل کرنا چاہئے ہیں۔ اگر ہم جوڈیشیری کو یہ یقین دلادیں کہ کسی بھی اطلاع کا غلط استعمال نہیں کیا جائے گا تو خیال ہے کہ پھر کوئی مزاحمت بھی نہیں کرے گا۔ یاد رہے کہ موجودہ حالات میں مختلف حلقوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ جوڈیشیری اعتبار و اعتماد کے حوالہ سے بحران میں مبتلا ہے۔ معاصر ہندوستان ٹائمز نے گزشتہ دنوں پنجاب اور ہریانہ کے ججوں اور دلالوں کے باہمی تعلق کو بھی منظر عام پر پیش کیا تھا اور زور دے کر لکھا تھا کہ جوڈیشیل اصلاح کے لئے فوری ضرورت ہے۔ گجرات میں ججوں کے اندر پائے جانے والا کرپشن بھی موضوع بحث بن چکا ہے جب کہ نچلی سطح پر جوڈیشیری میں پائے جانے والے زبردست کرپشن کے سلسلہ میں بھی کئی سروے رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں۔ نچلی سطح کے ججوں کے بارے میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج بھی سخت ناگواری کے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں جس سے جوڈیشیری کا اعتبار و اعتماد یقیناً مجروح ہوتا ہے۔ اس کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالنا یقیناً ضروری ہے۔

قیام امن میں اسرائیل و امریکہ ہی سب سے بڑی رکاوٹ

اسرائیل کو امن مساعی اور امن معاہدہ میں کوئی دلچسپی نہیں، امریکہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا اور دنیا خاموشی سے تماشا دیکھ رہی ہے

سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ مغربی کنارے پر صہیونی قبضہ کے سوال پر امریکہ اور اسرائیل تصادم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جب ان سے اسرائیلی روزنامہ حارث کے رپورٹر نے یہ سوال کیا کہ اگر اسرائیل مغربی کنارے میں یہودی بستیوں کی توسیع کا کام بند کرنے کا امریکی مطالبہ نہیں مانتا ہے تو کیا دونوں میں ٹکراؤ کا امکان ہے؟ اس کا جواب انہوں نے اثبات میں دیتے ہوئے کہا کہ مغربی کنارے میں یہودی بستیاں مشرق وسطی میں امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہ جمی کارٹر وہی ہیں جنہوں نے ۱۹۷۹ء میں اسرائیل اور مصر کے درمیان امن معاہدہ کرایا تھا۔ اطلاعات کے مطابق سابق امریکی صدر نے مذکورہ باتیں اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کی اس تقریر سے کچھ ہی دیر قبل کہی تھی جس میں انہوں نے ایک غیر مسلم فلسطین کے مشروط قیام کی بات کہی تھی۔ سابق امریکی صدر نے انٹرویو کے دوران اسرائیل پر غزہ کی ناکہ بندی ختم کرنے پر بھی زور دیا اور کہا کہ ناکہ بندی ختم نہ ہونے کی صورت میں خطہ کے لوگوں کی حالت جانوروں جیسی ہوجائے گی اور بھکمری کے شکار ہوجائیں گے۔

سابق امریکی صدر جو پہلے بھی مشرق وسطی کا دورہ کرچکے ہیں اور سابق بش انتظامیہ کی شدید مخالفت کے باوجود انہوں نے حماس کے رہنماؤں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا تھا۔ انہوں نے ۱۴؍جون کو اسرائیل کی ایک بستی کا بھی دورہ کیا تاکہ وہاں کے لوگ اسرائیل کے تئیں ان کے ذاتی موقف کو سمجھیں لیکن اسرائیل کی سیکورٹی کونسل میں وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کی اس تقریر سے جو مذکورہ انٹرویو کے فوراً بعد ہی کی گئی، نہیں لگتا کہ اسرائیل ان کی کوئی بات مانے گا اور خطہ میں قیام امن کی راہ ہموار کرے گا۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں جس طرح فلسطینیوں پر سخت شرطیں عائد کیں اور ایک غیر مسلح اور مشروط فلسطینی ریاست کے قیام پر آمادگی ظاہر کی، اس سے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ نئی اسرائیلی حکومت امن مساعی اور امن معاہدے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ اسی لئے قصداً فلسطینیوں کے سامنے ایسی شرطیں رکھ دی گئیں جو کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہوسکتیں۔ جب فلسطینی ان شرطوں کو تسلیم نہیں کریں گے تو امن معاہدے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

مسٹر کارٹر کی یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر اسرائیل مغربی کنارے میں یہودی بستیوں کی توسیع کا کام بند کرنے کا امریکی مطالبہ نہیں مانتا ہے تو دونوں میں ٹکراؤ کا امکان ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ اس کی ہمت کرسکے گا۔ فی الحال صورتحال یہ ہے کہ اسرائیل کے وزیر اعظم نے امریکی صدر بارک حسین اوباما کے مذکورہ مطالبہ کو ایک بار نہیں کئی بار مسترد کیا اور امریکی صدر نے اس پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ جب نامہ نگاروں نے ان سے اس بابت بار بار سوال کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر مسئلہ کو ٹال دیا کہ صبر کیجئے کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور برآمد ہوگا۔ اسرائیل امریکی مطالبہ کو جس سختی سے بار بار مسترد کررہا ہے اور امریکہ خاموشی سے سب کچھ برداشت کررہا ہے، اس سے نہیں لگتا کہ امریکہ کارروائی تو دور اسرائیل کو دھمکی بھی دے سکے گا۔

جب سے مشرق وسطی پر صہیونی ریاست کو تھوپا گیا ہے، امریکہ روز اول سے اب تک اسرائیل کی پشت پر کھڑا ہے۔ جب بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد پیش کی گئی امریکہ نے اپنے ویٹو پاور کا استعمال کرتے ہوئے اسے مسترد کردیا اور ایسا اس نے ایک دو بار نہیں بلکہ اپنے ویٹو پاور کا زیادہ تر استعمال اسرائیل کے مفاد ہی میں کیا ہے۔ ایسے حالات میں سابق امریکی صدر کی باتیں کچھ عجیب سی لگتی ہیں۔ یہ بات اسرائیل بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ امریکہ کی طاقتور یہودی لابی کبھی بھی صدر کو اس کے خلاف جانے نہیں دے گی اور امریکی حکومت بھی یہ بات سمجھتی ہے کہ یہودی لابی کی ناراضگی مول لینا آسان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں۔

جیسا کہ سابق امریکی صدر نے کہا ہے کہ مغربی کنارے میں یہودی بستیاں مشرق وسطی میں امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغربی کنارے میں اگر اسی طرح یہودی بستیوں میں توسیع کا کام چلتا رہا تو مجوزہ فلسطینی ریاست غزہ پٹی تک ہی محدود ہوکر رہ جائے گی کیونکہ جہاں جہاں یہودی بستیاں ہوں گی اسرائیل ان پر سے قبضہ یا تو ختم نہیں کرے گا یا وہاں کے یہودیوں کو اتنا طاقتور بنادے گا کہ مجوزہ فلسطینی ریاست مستقبل میں اگر بنی بھی تو وہ بھی یہودیوں کے کنٹرول میں ہوگی۔ لیکن امن کی راہ میں صرف مغربی کنارے کی یہودی بستیاں ہی رکاوٹ نہیں ہیں۔ پناہ گزیں فلسطینیوں کی وطن واپسی اس سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اسرائیل ایک طرف تو یہ کہہ کر پناہ گزیں فلسطینیوں کی وطن واپسی کی مخالفت کرتا ہے کہ ان کی واپسی سے اسرائیل میں یہودی اقلیت میں ہوجائیں گے اور صہیونی ریاست کا تشخص ختم ہوجائے گا اور دوسری طرف وہ خود مغربی کنارے میں یہودی بستیوں میں توسیع اور مشرقی یروشلم میں عربوں کو ان کی جائداد سے بے دخل کرکے مجوزہ فلسطینی ریاست کے تشخص کو ختم کرنے پر آمادہ ہے۔ وہ یروشلم کی تقسیم اور مشرقی یروشلم کو مجوزہ فلسطینی ریاست کی راجدھانی بنانے کو تیار نہیں ہے حالانکہ بین الاقوامی برادری شروع سے اس پر فلسطینیوں کے دعوے کو تسلیم کررہی ہے۔ یہ تین مسائل تو پہلے سے ہیں ہی اب ان میں ایک نیا مسئلہ بھی شامل ہوگیا ہے اور وہ ہے غزہ کی مسلسل ناکہ بندی اور اس پر وقتاً فوقتاً حملہ۔ غرضیکہ امن کی راہ میں رکاوٹیں بہت ہیں اور سبھی رکاوٹیں اسرائیل کی طرف سے ہی کھڑی کی گئی ہیں پھر بھی قصوروار فلسطینیوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کررہے ہیں جسے امریکہ، اسرائیل اور مغربی ممالک دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔ جب کہ بین الاقوامی قوانین میں اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرق وسطی میں اسرائیل تو سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس سے کم رکاوٹ امریکہ بھی نہیں ہے۔

●●

انتخابی نتائج پر مظاہرے کی سیاست

ثقلین امام۔ بی بی سی

ایران میں ۱۲؍جون کے انتخابی نتائج کے ردعمل میں ہونے والے مظاہرے جاری ہیں اور ان کے فوری طور پر رکنے کے امکانات کم ہی نظر آرہے ہیں۔ احمدی نژاد کے حریف میر حسن موسوی نے جمعرات کو ان افراد کی روح کے ایصال ثواب کے لیے مسجدوں میں مجالس کرانے کا اعلان کیا ہے جو گزشتہ پیر کو آزادی چوک کے قریب ایک فوجی چوکی پر مسلح حملے کے دوران ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے ہلاک ہونے والوں کو ایرانی جمہوریت کے شہداء قرار دیا ہے۔

ان کا یہ اعلان ایران کی روایتی سیاست سے سرکشی کا اشارہ ہے تاہم وہ انقلاب اسلامی کے نظام کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے اپنی مزاحمت جاری رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ بڑے بڑے شیعہ مجتہدین کی حمایت سے محروم نہ ہوجائیں۔ انہوں نے بارہ جون کے انتخابات پر سب سے پہلے قم کے مجتہد کی حمایت حاصل کرنے کے لئے انہیں خطوط لکھے تھے۔

میر حسین موسوی کو اب تک ماسوائے آیت اللہ صانعی کے سب ہی کی طرف سے صبر وضبط کے جوابی پیغامات ملے ہیں۔ آیت اللہ صانعی قم کے علماء میں ایک متنازعہ مجتہد کے طور پر مشہور تو بہت ہیں مگر ان کی تقلید کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

جب کہ ایک اور سینئر آیت اللہ زنجانی نے تو مظاہرے کی سیاست کو غلط قرار دیا ہے۔ ایک اور بڑے آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے خبردار کیا ہے کہ جھگڑے سے کسی اُمیدوار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ آیت اللہ حسین منتظری نے انتخابی نتائج کو غلط قرار دیا ہے۔

قم کے بعض مراجع نے تو میر حسین موسوی کو کم وبیش ویسے ہی الفاظ میں قانون پر چلنے کی تلقین کی جیسی کہ آیت اللہ خامنہ ای نے کی ہے۔ ان حالات میں نہ صرف ایران کے اندر بلکہ ایران کے باہر بھی مغربی تجزیہ نگار ایران کے انتخابات کے بعد کے بحران کو انقلاب اسلامی کی روایتی قیادت کی اندرونی طور پر پاور پولیٹکس کی رسہ کشی کا مظہر سمجھتے ہیں۔

اس مرتبہ دسویں صدارتی انتخابات میں جوش وولولہ بڑھنے کی ایک وجہ ٹیلی ویژن پر امیدواروں کے درمیان براہ راست مناظرے بھی تھے جن کے نتیجے میں عوامی دلچسپی بے مثال انداز میں دیکھنے میں آئی۔ لیکن ان مناظروں کے دوران ایرانی سیاست میں نئی روایات بھی شروع ہوئیں۔ خاص کر یہ کہ ایسی شخصیتیں جنہیں اس حد تک مقدس سمجھا جاتا تھا کہ کسی کو ان پر تنقید کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، ان پر احمدی نژاد نے بدعنوانی کے الزاعات پر سرعام عائد کئے۔

اب تک ایرانی سیاست میں انقلاب کے صف اوّل کے رہنما جن میں ہاشمی رفسنجانی اور ناطق نوری کو تنقید سے بالا سمجھا جاتا تھا، ان پر موجودہ صدر احمدی نژاد نے کھل کر اقربا پروری اور حد سے زیادہ دولت بنانے کے الزامات عائد کئے۔

رفسنجانی پر بدعنوانی کے الزامات کوئی نئی بات نہ تھی مگر ایک صدر کی جانب سے سرعام ٹیلی ویژن پر الزامات عائد کرنا ایرانی سیاست میں ایک نئی بات تھی۔ محمود احمدی نژاد نے تو یہاں تک کہا کہ انقلاب ایران سے عام آدمی کو تو فائدہ پہنچا نہیں البتہ ایک سابق صدر کی اولادیں ارب پتی ضرور بن گئیں۔

احمدی نژاد نے جب یہ الزامات عائد کئے تو رفسنجانی نے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کو ایک خط کے ذریعے دھمکی آمیز انداز میں متنبہ کیا کہ اگر ایسے الزامات لگتے رہے تو انقلاب کی بنیادیں ہل کررہ جائیں گیں۔

رفسنجانی نے جب خامنہ ای کو خط لکھا تو ایرانی مزاج کے برعکس سلام دعا بھی تحریر نہیں کی تھی۔ رفسنجانی کے اس خط پر قم کے علماء نے سخت ردعمل ظاہر کیا۔ ان کے اس خط کے شائع ہونے کے کچھ ہی دیر بعد قم کے علماء اور اساتذہ کی تنظیموں کی ویب سائٹوں پر اس خط کے بارے میں تنقید شائع ہونے لگی۔

بارہ جون کے دن جب ہاشمی رفسنجانی کی اہلیہ نے ووٹ ڈالا تھا تو انہوں نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے واضح طور پر کہا تھا کہ اگر انتخابات میں دھاندلی نہ ہوئی تو میر حسین موسوی صدر منتخب ہوجائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ رفسنجانی کے گروپ کی طرف سے انتخابی نتائج کے بارے میں پہلے ہی سے ایک شک کی فضا پیدا کرنے کی کوشش تھی۔

ایران ڈیلی کے ایڈیٹر طاہر پور کے مطابق، رفسنجانی کی بدعنوانی کی باتیں پہلے ہی زبان زدعام تھیں مگر جب احمدی نژاد نے یہ الزامات ٹیلی ویژن پر مناظروں کے دوران کہیں تو انہوں نے ایک عام ایرانی کے دل کی بات کہی۔

رفسنجانی نے انتخابی مہم کے دوران پاسداران انقلاب رضا کار انقلابی گارڈ کی کمانڈ سپریم لیڈر سے لے کر صوبائی گورنروں کے حوالے کرنے کی تجویز دی۔ رفسنجانی نے یہ تجویز پیش کرکے اشارہ دیا کہ وہ سپریم لیڈر کو بے اثر کرنا چاہتے ہیں۔ ہاشمی رفسنجانی نے اپنے آپ کو سیاسی طور پر بحال کرنے کے لئے مجلس خبرگاں رہبری کا انتخاب لڑا جس میں ان کی کسی نے زیادہ مخالفت نہ کی۔ مجلس خبرگان رہبری کی ذمہ داری ہے کہ وہ سپریم لیڈر کے منظر سے ہٹنے کی صورت میں اس کے جانشین کا انتخاب کرے۔ رفسنجانی نے اپنی جیت کو یقینی بنانے کے لئے وہ طریقے استعمال کئے جواب تک قم کے علماء میں معیوب سمجھے جاتے تھے۔

ایران کے آئین کے مطابق تمام وفاقی اداروں کے سربراہ کا تقرر، اعلی عدالتوں کے سربراہوں کے تقرر، سرمائی اداروں کے سربراہوں کے تقرر سپریم لیڈر کرتا ہے۔ انقلابی گارڈز اور اہم قومی اور سلامتی امور پر حتمی فیصلہ بھی سپریم لیڈر کا ہوتا ہے۔ اگر رفسنجانی خود ہی سپریم لیڈر بن جائیں یا کسی اپنے زیر اثر مرجع کو سپریم لیڈر بنانے میں کامیاب ہوجائیں تو پھر ایران کی تمام سیاسی، اقتصادی اور فوجی طاقت آپ کے پاس آجائے گی۔

یہ بات اب ایران کے عوام میں ایک کھلے راز کی طرح زیر بحث ہے اور یہی بات ہے کہ احمدی نژاد کے حمایت میں جو جلسے یا جلوس منعقد ہوئے ہیں ان میں کئی ایک قسم کے نعروں کے علاوہ یہ بھی نعرہ گونج رہا ہے کہ سپریم لیڈر کے دشمنوں کو پھانسی دو۔

ان ہی حالات کے پس منظر میں ایران میں اب کہا جارہا ہے کہ اگر محمود احمدی نژاد کے حق میں انتخابی نتائج برقرار رہتے ہیں تو ہاشمی رفسنجانی کا سیاسی مستقبل تاریک ہے اور اگر احمدی نژاد کے خلاف فیصلہ ہوجاتا ہے تو علی خامنہ ای سیاسی طاقت سے محروم ہوجائیں گے اور اگر انتخابی دھاندلی کے نام پر کوئی سیاسی تحریک شروع ہوتی ہے تو سیاسی حالات جوں کے توں رہیں گے مگر نہ ہاشمی رفسنجانی پر کوئی ہاتھ ڈال سکے گا اور نہ سپریم لیڈر خامنہ ای کو آئینی عہدے سے محروم کیا جاسکے گا۔ البتہ اس صورت میں ایران سیاسی اور اقتصادی بحران کا شکار ضرور ہوجائے گا جس کے نتیجے میں کسی بھی بین الاقوامی جوڑ توڑ میں طاقت ور پوزیشن کے

ایران کے آئینی ادارے اور طاقت کا توازن

ماہ پارہ صفدر

ایران کے طاقتور ڈھانچے میں صدر کا عہدہ کتنے اختیارات کا حامل ہے، یہ جاننے کے لئے اختیارات کے تناظر میں ایران کے طاقتور حکومتی ڈھانچے پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ایران کے آئین میں رہبر اعلیٰ ملک کا اعلیٰ ترین عہدہ ہے۔

رہبر اعلیٰ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے رہبر اعلیٰ ملک کا سب سے زیادہ با اختیار عہدہ ہے۔ ملک کے دوسرے مضبوط ادارے شورائے نگہبان کے چھ ارکان کی نامزدگی کے علاوہ طاقت کے اہم ترین منبع مسلح افواج اور پاسداران انقلاب کے کمانڈروں کا تقرر رہبر اعلیٰ کے اختیارات میں شامل ہے۔

ایران میں نماز جمعہ کے اجتماعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور جمعے کے خطبے ملکی پالیسیوں کے عکاس سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے اماموں کا تقرر بھی رہبر اعلیٰ ہی کرتے ہیں۔ جب کہ صدارتی انتخابات کے نتائج پر مہر تصدیق بھی رہبر اعلیٰ ہی ثبت کرتے ہیں۔

ملکی سلامتی، دفاع اور اہم خارجہ پالیسی کے فیصلے کا اختیار فرد واحد رہبر اعلیٰ کے پاس ہے۔ ملکی سکیورٹی کے ادارے رہبر اعلیٰ کو جواب دہ ہیں تاہم خود رہبر اعلیٰ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔

موجودہ رہبر اعلیٰ بانی انقلاب آیت اللہ خمینی کے جانشین اور ان کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ اس عہدے کی میعاد تاحیات ہے۔ رہبر اعلیٰ کے بعد دوسرا طاقتور ادارہ شورائے نگہبان ہے۔

شورائے نگہبان

شورائے نگہبان خود براہ راست منتخب ادارہ نہیں ہے۔ تاہم مجلس یعنی پارلیمان کے متوقع امیدواروں کا فیصلہ یہ مجلس ہی کرتی ہے۔ منتخب مجلس کے منظور کردہ قوانین شورائے نگہبان کی توثیق کے بغیر نافذ نہیں کئے جاسکتے۔ یہ ادارہ شریعت کی اپنی تشریح کے مطابق شریعت سے مطابقت نہ رکھنے والے مجلس کے منظور کردہ قوانین کو ویٹو کرسکتا ہے۔

شورائے نگہبان کے بارہ ارکان میں سے چھ فقہی ماہرین (مذہبی رہنما) کی نامزدگی رہبر اعلیٰ کرتے ہیں۔ جب کہ چھ قانونی ماہرین کی نامزدگی عدلیہ کرتی ہے۔ تاہم بعد میں پارلیمان ان کی منظوری دیتی ہے۔ صدارتی اور مجلس کے متوقع عوامی نمائندوں کی اہلیت کا فیصلہ بھی یہ ادارہ ہی کرتا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں ایسے درجنوں صدارتی امیدواروں کے کاغذات نامزدگی مسترد کردئے گئے تھے جو شورائے نگہبان کے اختیارات محدود کرنے کے خواہشمند تھے۔

مجلس خبرگان

اقتدار کے ڈھانچے میں ایک اور طاقتور ادارہ مجلس ماہرین یا مجلس خبرگان ہے۔ چھیاسی ارکان کا انتخاب آٹھ برس کے لئے براہ راست تو کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں صرف علماء اور مذہبی رجحان کے حامل حضرات حصہ لے سکتے ہیں اور امیدواروں کی حتمی منظوری شورائے نگہبان کی مرہون منت ہے۔

یہ ادارہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے کا انتخاب کرنے کے علاوہ اس کی کارکردگی پر نگاہ رکھنا بھی اس کے دائرہ کار میں شامل ہے اور فرائض پر غفلت برتنے پر یہ مجلس رہبر اعلیٰ کو برطرف بھی کرسکتی ہے۔

تاہم اسلامی انقلاب کے بعد سے اب تک ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آئی جب مجلس خبرگان نے رہبر اعلیٰ پر نکتہ چینی کی ہو۔ اس مجلس میں بھی شورائے نگہبان کی طرح سخت گیر مذہبی عناصر کی اکثریت ہے۔ گزشتہ صدارتی انتخابات کے ناکام امیدوار آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی اس مجلس کے سربراہ ہیں۔ حالیہ صدارتی انتخابات میں بھی ان پر کھلے بندوں بدعنوانی کے الزامات عائد کئے جاتے رہے ہیں۔

عدلیہ

ایرانی آئین میں ایک اور طاقتور ادارہ ملکی عدلیہ ہے جو سیاسی اثر ورسوخ سے کبھی آزاد نہیں رہا۔ عدلیہ کے سربراہ رہبر اعلیٰ کے نامزد کردہ اور ان ہی کو جوابدہ ہیں۔ عدلیہ اسلامی قوانین کی سختی سے پابندی کروانے کے علاوہ شورائے نگہبان کے بارہ میں سے چھ ارکان کی نامزدگی بھی کرتی ہے۔ اسلامی انقلاب کے بعد سے یہ دیکھا گیا ہے کہ سخت گیر عناصر نے تبدیلی پسندوں کی تمام کوششیں عدالتی فیصلوں کے ذریعے ہی ناکام بنوالیں۔ مثال کے طور پر عدالت نے اصلاح پسند عناصر کو قید کی سخت سزائیں اور جرمانے عائد

باقی صفحہ ۶ پر

فکر معاصر

غفلت اور بے خبری

مسلمان صرف ملک کے آئین کے تحت حاصل شدہ تعلیمی حقوق سے قطعاً نابلد نہیں بلکہ وہ اس سے بھی واقف نہیں ہیں کہ اگر ان کے تعلیمی حقوق کی پامالی ہورہی ہے تو وہ اس کے ازالے کے لیے کس سے رجوع کریں۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے سے فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ کم از کم تعلیم کے معاملے پر ہی متحد ہوجائیں اور اپنی آئندہ نسلوں کا مستقبل روشن بنانے کی کوشش کریں۔ حیرت کی بات ہے کہ قومی اقلیتی کمیشن کو اس قدر اختیارات حاصل ہیں لیکن ان سے فائدہ اٹھانے والا کوئی نہیں ہے، کمیشن نے مغربی بنگال، اتر پردیش، مہاراشٹر، آندھرا پردیش اور دیگر ریاستوں میں بہت سے ایسے اداروں کو اقلیتی اداروں کا درجہ دیا ہے جنہیں حکومت اقلیتی ادارہ تسلیم نہیں کررہی تھی۔ مغربی بنگال میں اقلیتی اداروں پر زور دے کر ہی عالیہ یونیورسٹی قائم کرائی گئی۔ اقلیتی کمیشن سے خاص کر مسلمانوں کو سب سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے کہ مسلمانوں کی صرف پانچ فی صد ایسی شکایتیں موصول ہوئی ہیں کہ ریاستی حکومت کے عہدیداران انہیں ہراساں کررہے ہیں جبکہ عیسائیوں کی ۹۵ فی صد ایسی شکایتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عیسائی زیادہ تعلیم یافتہ ہیں اور یہ کہ وہ تعلیم کے معاملے میں متحد بھی ہیں۔ غریب مسلمان طلباء کی فیس او رمرکزی حکومت کی طرز پر طعام نصف النہار یعنی ''مڈ ڈے میل'' کے سوال پر ہم فیس معقول رکھنے کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ اگر استاد بھوکا ہو تو معیاری تعلیم فراہم بھی نہیں کرسکتا۔ اس سلسلے میں جسٹس احمدی کہتے ہیں کہ ہم معقول فیس رکھنا چاہتے ہیں۔ مڈ ڈے میل کے معاملے پر ہم نے اتر پردیش کے کئی اداروں کو یہ سہولت بھی مہیا کرائی ہے۔ کمیشن کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ اگر کوئی میڈیکل یا صرف ڈنٹل تعلیم کا ادارہ قائم کرنا چاہے اور ریاستی حکومت اسے تین ماہ کے اندر عدم اعتراض کی سند نہیں دیتی ہے تو یہ کمیشن اس سے متعلق شکایت پر ریاستی حکومت پر دباؤ ڈال سکتا ہے۔ اگر تین ماہ میں مذکورہ سند حاصل نہ ہو تو یہ خیال کیا جائے گا کہ ریاستی حکومت نے اسے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ تو ہوئی اداروں کی بات۔ اب خود مسلمانوں کی تعلیمی، سماجی اور معاشی بدحالی کی طرف آتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان تینوں عوامل کا سنگین حد تک سامنا ہے۔ انہیں تعلیمی، معاشی اور سماجی طور پر اونچا کرنے کی آزادی کے بعد سے ہی رٹ لگائی جارہی ہے لیکن اس میں پیش رفت تو کجا مسلمان ان معاملات میں اور پسماندہ ہوگئے ہیں۔ مسلح افواج میں بھی ان کی نمائندگی اتنی نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے جس کی ضمانت دستور میں بھی دی گئی ہے۔ پھر سچر کمیٹی کی سفارشات میں بھی جسے مسلمانوں کی معاشی، سماجی اور تعلیمی بدحالی کا جائزہ لینے اور اس کی رپورٹ پیش کرنے کے لیے بنایا گیا ہے کہ مسلح افواج میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔ اس لیے انہیں مناسب نمائندگی دی جانی چاہیے۔ اسی طرح سچ کمیٹی نے حکومت کو پیش کردہ اپنی رپورٹ میں مسلمانوں کی بہبود سے متعلق کئی اہم سفارشات پیش کی ہیں۔ جس پر اپوزیشن خاص کر بی جے پی کے علاوہ خود اپنے ہی لوگ اس کی مخالفت کررہے ہیں۔ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے مسلمانوں کو اوپر اٹھانے کے لیے اپنا ۱۵ نکاتی پروگرام پیش کیا، جس کا ہر گوشے سے خیر مقدم کیا گیا لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ مقررہ وقت تک بھی اس ۱۵ نکاتی پروگرام نے اپنا ہدف پورا نہیں کیا ہے۔ کئی ایسے کام نہیں جو ہنوز باقی ہیں یا شروع ہی نہیں کیے گئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وزیر اعظم کے اس پروگرام کو جنگی خطوط پر عمل کی راہ پر ڈالا جاتا تاکہ مسلمان اس سے مستفید ہوتے۔

(رہنمائے دکن، حیدر آباد)

حکمرانی میں عوام کی شمولیت، ایک حل طلب مسئلہ

ڈاکٹر منظور عالم

کسی ملک کا دستور اس کی اصل قوت ہوتا ہے۔ ہندستان ایک طاقت ور ملک اس لئے ہے کہ یہ ایک واضح قانون اور دستور رکھتا ہے۔ اور اس دستور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہندستان کی سماجی تشکیل و ترتیب کے عین مطابق ہے۔ یہاں کوئی ایک نظریاتی یا تہذیبی فرقہ اتنا غالب نہیں ہے کہ اس کے نظریات ہی ملک کے دستور کی بنیاد بنیں۔ یہ مختلف، متعدد اور باہم متضاد خیالات، نظریات اور ثقافتوں والا ایک کثیر سماجی ملک ہے۔ اور ملک کی جدید تشکیل میں یہ سارے طبقے اور سماج برابر سے شریک رہے ہیں۔ اس لئے اسے ایک ایسا عوامی جمہوریہ بنایا گیا ہے جس میں تمام فرقے اور طبقے اپنا آزاد وجود اور جداگانہ شناخت رکھتے ہوئے مساوی حقوق و اختیارات کے حامل ہوں۔ مزید برآں اس قانون میں ہر شہری کو اس کی ذاتی حیثیت میں بھی مساوی مقام و مرتبہ حاصل ہے۔

اس دستور کی حفاظت شہریوں کے وجود کی حفاظت کی طرح ضروری ہے۔ اس میں کمزور شہریوں اور مجبور و محتاج لوگوں کو مساوی مقام و مرتبہ تک لانے کے لئے مثبت ایکشن کا جاری رہنا جسم انسانی میں دوران خون جاری رہنے کے مترادف ہے۔ جس طرح دوران خون میں کوئی رکاوٹ آتی ہے یا خون میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کے اثرات جسم پر نمایاں ہوتے ہیں، اسی طرح دستور کی روح متاثر ہوتی ہے، یا دستوری پروویژن میں رکاوٹ آتی ہے یا خود دستور تعطل کا شکار ہوجاتا ہے تو ملک کا ڈھانچہ شدید خطرات سے دوچار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ دستور کو اس کی روح کے ساتھ ملک کے معاملات میں کارفرما رہنا ضروری ہے۔

منتخب جمہوری حکومتوں میں جب کبھی اقتدار کا نشہ سوار ہوتا ہے تو وہ اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے اور جواب دہی کی پابندیوں سے خود کو آزاد کرنے کے لئے دستور کو کمزور کرتی ہیں۔ کبھی دستور سے براہ راست چھیڑ چھاڑ کرتی ہیں، کبھی دستور کے تقاضوں کو نظر انداز کرتی ہیں، کبھی دستور کا استعمال اس کی روح کے خلاف کرتی ہیں۔ وہ شہریوں کے اختیارات کو محدود کرتی ہیں، ان کے حقوق کو پامال کرتی ہیں اور انہیں آزادی کا احساس کرانے کے بجائے پابند و محکوم ہونے کے اندیشوں میں مبتلا کرتی ہیں۔ اس طرح استبداد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

یہ استبداد شہریوں کو فریب میں مبتلا کرتا ہے۔ انہیں کچھ کھلونے پکڑاتا ہے۔ کچھ سہانے خواب دکھاتا ہے اور عارضی دل فریبیوں سے انہیں مسحور و مدہوش کرکے ان کے مستقل مفادات کو ضبط کرنے لگتا ہے۔ شہریوں کی اپنے حقوق سے بے خبری، دستور سے عدم واقفیت اور اپنے مستقل مفادات سے عدم دلچسپی کے نتیجے میں یہ کام بڑا آسان ہوجاتا ہے۔ لوگ کچھ سہولتوں کی خاطر، کچھ چمک دمک کی خاطر، کچھ وسائل زندگی کی فراہمی کے بدلے اپنے مستقل حقوق اور آزادیوں سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں۔ دوسری طرف عوام کے سامنے یہ خوف بٹھایا جاتا ہے کہ ان کی جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ دیدہ اور نادیدہ دشمن انہیں نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ ان کی سلامتی کے نام پر انہیں ایسی باتوں پر آمادہ کرلیا جاتا ہے جو ان کے حقوق اور آزادی کے تصور کے منافی ہوتی ہیں۔ اور عوام خوف سے مامون رہنے کے لئے وہ اختیارات اور قوتیں حکمرانوں کے لئے تسلیم کرلیتے ہیں، جنہیں خود عوام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح بھی عوام کی آزادی محدود ہوتی ہے اور ان کے حقوق ضبط ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس تناظر میں ہندستان کی جمہوری حکومتوں پر عوام کی گرفت رہنا ضروری ہے۔ یہ ایک عوامی جمہوریہ ہے، یعنی عوام ہی اس کے مالک و مختار ہیں۔ عوام ہی حکمراں ہیں۔ حکمرانی کے منصب پر موجود لوگوں کو عوام کے ذریعے اختیارات سونپے جاتے ہیں۔ اس لئے ان اختیارات کو استعمال کرنے والے عوام کے سامنے ہر وقت جوابدہ ہیں۔ اسی کا نام جمہوریت ہے اور جمہوریت میں شفافیت ضروری ہے۔ عوام کی نگاہوں سے چھپ کر معاملات نہیں چلائے جاسکتے۔

حکمراں اپنی خواہشات کو عوام پر نہیں تھوپ سکتے۔ بلکہ وہ عوامی مشاورت سے ملک کو چلانے کے پابند ہیں۔ نمائندہ مشاورت کے نام پر بھی کچھ لوگوں کو تمام عوام کا جانشین نہیں سمجھا جانا چاہئے۔

ملک کے معاملات میں اس کی خارجی پالیسیوں اور قومی سلامتی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ دونوں پہلو اپنی حساسیت اور نزاکت کی وجہ سے بہت رازداری میں رکھے جاتے ہیں۔ لیکن اس رازداری کی حدود کا بھی طے ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ رازداری کے سبب سے یہ اہم ترین معاملات عوام الناس کے علم میں لائے بغیر اور ان کی مشاورت سے بالا بالا ہی انجام پاتے رہتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات یہ عوام کی مرضی کے خلاف محسوس ہوتے ہیں اور خود عوام مخالف نظر آتے ہیں۔ قومی سلامتی اور شہریوں کے تحفظ کے نام پر خود شہریوں کے خلاف ہی کارروائیاں ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ حفاظتی ایجنسیاں شہریوں کو ہی دشمن کی طرح ڈیل کرنے لگتی ہیں۔ ان کے حقوق ضبط کرنا، انہیں قانونی تحفظات اور ضمانتوں سے محروم کرنا اور ان پر ریاست کی قوت کو جابرانہ طریقے سے استعمال کرنا حفاظتی ایجنسیوں کے لئے بڑا آسان نظر آتا ہے۔

دہشت گردی سے لڑنے کے نام پر ملک میں پچھلے کئی سال سے ہورہی کارروائیوں نے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو عوام کے حقوق اور تحفظ کے تئیں تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔ یہ سوال پیدا ہورہا ہے کہ عوام کی ذمہ داری پر، عوام سے اختیارات حاصل کرنے والی حکومتی ایجنسیاں آخر عوام کے سامنے جوابدہ کیوں نہ ہوں۔ انہیں فری لائسنس کیوں دیا جائے اور قومی سلامتی یا ملک و قوم کے مفاد کو ان کی نظر سے کیوں دیکھا جائے۔ اس مسئلے کو حل کرنے، عوام کی تشویش کو دور کرنے اور ان کے اندیشوں کو رفع کرنے کے لئے حکمرانی کے تمام معاملات میں عوام کی نمائندگی اور شمولیت ضروری ہے۔ چنانچہ ملک کی نئی منتخب حکومت کو عوام کی ان خواہشات پر توجہ دینی چاہئے۔ ملک اور عوام کے سامنے اس حوالے سے اس وقت مندرجہ ذیل چیلنجز ہیں۔ ان پر غور کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

آزادی بنام تحفظ و سلامتی۔ یعنی شہریوں کی آزادی کو قومی سلامتی اور تحفظ کے نظریات سے جو خطرہ درپیش ہے اسے کیسے رفع کیا جائے۔ فردی آزادی بنام انٹیلی جنس ایجنسیاں۔ یعنی اس بات پر غور کرنا کہ فرد کی آزادی، وقار اور شہری حقوق کو انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ذریعے پامال ہونے سے کیسے روکا جائے۔ شہریوں کی پرائیویسی بنام سرکاری نگرانی۔ یعنی شہریوں کے اپنے معاملات رازداری میں رکھنے اور نجی زندگی کو محفوظ رکھنے کے حق کو حفاظت اور قومی مفاد کے لئے کی جانے والی نگرانی کی وجہ سے پامال ہونے سے کیسے روکا جاسکے۔ خارجہ پالیسی کی تشکیل میں شہریوں کی شمولیت کو کس طرح یقینی بنایا جاسکے۔ شہریوں کے حقوق بنام پولس کی ذمہ داریاں۔ اس پر غور ہونا کہ پولس اپنے فرائض کی انجام دہی میں شہریوں کے حقوق اور ان کی عزت و وقار کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ باخبر شہری بنام نابلد شہری۔ یعنی تعلیم اور آگہی کے ذریعے اپنے حقوق و اختیارات سے باخبر اور انہیں بہترین طریقے سے استعمال کرکے وسائل کو حاصل کرنے والے شہریوں کو اپنے حقوق سے بے خبر اور وسائل سے محروم لوگوں کے حقوق پر دست درازی کرنے سے کیسے روکا جاسکے۔ دوسری طرف باخبر اور معلومات کی قوت سے لیس شہریوں کے ذریعے نابلد اور لاعلم شہریوں کو ان کے دستوری و شہری حقوق و فرائض سے کیسے آگاہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جو اہل علم ہیں، باخبر اور آگاہ ہیں، بیدار اور ہوش مند ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علم و معلومات اور آگہی و بیداری سے محروم لوگوں کی مدد کریں اور انہیں ان وسائل کے ذریعے تقویت پہنچائیں۔ سرکاری اسکیمیں بنام ان کا نفاذ۔ یعنی عوامی فلاح و بہبود میں جو اسکیمیں بنائی جاتی ہیں انہیں نچلی سطح تک شفافیت اور ایمانداری کے ساتھ کس طرح نافذ کیا جائے۔ ایک ترقی یافتہ اور مستحکم جمہوریت ہونے کی حیثیت سے ہندستانی حکومت اور سماج پر ان سوالوں کو حل کرنے کی ذمہ داری ہے۔

●●

اقلیتوں کیلئے پندرہ نکاتی پروگرام پر عمل

ڈاکٹر محمد عبدالبصیر ناندیڑ

وزیر اعظم کے ۱۵ نکاتی پروگرام کے مقاصد

(الف) مواقع تعلیم میں اضافہ۔

(ب) موجودہ اور نئی اسکیموں، خودروزگار کے لئے قرض کی اضافی مدد اور ریاستی و مرکزی سرکاری ملازمتوں میں بھرتی کے ذریعہ معاشی سرگرمیوں اور روزگار میں اقلیتوں کے لئے مساویانہ حصہ کو یقینی بنایا۔

(ج) انفرااسٹرکچر کے فروغ کی اسکیموں میں مساویانہ حصے کو یقینی بناتے ہوئے اقلیتوں کے حالات زندگی کو بہتر بنانا۔

(د) فرقہ وارانہ انتشار اور تشدد کا سدباب اور اس پر کنٹرول۔

☆ نئے پروگرام کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ کم مراعات طبقوں کے لئے بنائی گئی مختلف سرکاری اسکیموں کے فوائد اقلیتی طبقات کے مراعات سے محروم حصوں تک پہنچانے کو یقینی بنایا جائے۔ اقلیتوں میں جو کم مراعات طبقات ہیں بلاشبہ انہیں مختلف سرکاری اسکیموں کے ٹارگیٹ گروپس میں شامل رکھا گیا ہے۔ لیکن اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ان اسکیموں کے فوائد مساویانہ طور پر اقلیتوں تک بھی پہنچیں، نئے پروگرام میں یہ گنجائش فراہم کی گئی ہے کہ ترقیاتی پراجیکٹوں کا ایک خاص حصہ اقلیتی آبادی والے علاقوں میں قائم کیا جائے۔ اس پروگرام میں اس بات کی بھی گنجائش فراہم کی گئی ہے کہ جہاں بھی ممکن ہو مختلف اسکیموں کے تحت مصارف اور ٹارگیٹ کا ۱۵ فیصد اقلیتوں کے لئے مختص کیا جائے۔

☆ مناسب اقدامات اور حکومت بشمول عوامی شعبہ کے اداروں میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی کو یقینی بناتے ہوئے فرقہ وارانہ امن و ہم آہنگی کی برقراری پر اس پروگرام میں حسب سابق زور برقرار ہے اور یہ نئے پروگرام کی اہم خصوصیت ہے۔

☆ اس پروگرام میں اقلیتوں کے لئے بنائی گئی کسی اسکیم میں تبدیلی، یا کسی اصول، قاعدے یا اہلیت کی شرائط میں رعایت کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ یہ حسب سابق پرانے پروگرام میں شامل اصل اسکیموں کی طرح برقرار رہیں گی۔

☆ ۱۵ نکاتی پروگرام میں ''قابل لحاظ اقلیتی آبادی'' کی اصطلاح ایسے اضلاع/ ذیلی ضلع یونٹوں پر لاگو ہوتی ہے، جہاں یونٹ کی کم از کم ۲۵ فیصد آبادی کا تعلق اقلیتی طبقات سے ہو۔

☆ (الف) اس پروگرام کا ٹارگیٹ گروپ نیشنل کمیشن فار مائنارٹیز ایکٹ ۱۹۹۲ء کی دفعہ ۲ (ج) کے تحت اقلیتوں کے معلنہ اہل طبقات یعنی مسلمانوں، عیسائیوں، سکھوں، بدھسٹوں اور پارسیوں پر مشتمل ہے۔

(ب) جن ریاستوں میں نیشنل کمیشن فار مائنارٹیز ایکٹ ۱۹۹۲ء کی دفعہ ۲ (ج) کے تحت اقلیتوں کے معلنہ طبقات میں سے کوئی ایک طبقہ فی الحقیقت اکثریت میں ہو تو مختلف اسکیموں کے تحت جو مادی اور مالیاتی نشانے مقرر کیے جائیں گے وہ صرف دیگر معلنہ اقلیتوں کے لئے ہوں گے۔ ان ریاستوں میں جموں و کشمیر، پنجاب، میگھالیہ، سکم میزورم، اور ناگلینڈ شامل ہیں۔ اس گروپ میں صرف لکش دیپ ہی واحد مرکز کے زیر انتظام علاقہ ہے۔

☆ مرکزی وزارتیں/ محکمے نیا پروگرام متعلقہ ریاستی حکومتوں/ مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے ذریعہ روبہ عمل لائیں گے۔ ہر وزارت/ محکمہ اس پروگرام کے لئے ایک نوڈل آفیسر مقرر کرے گا جس کا رتبہ حکومت ہند میں جوائنٹ سکریٹری سے کم نہ ہوگا وزارت امور، اقلیتی امور اس پروگرام کے لئے نوڈل وزارت ہوگی۔

☆ مادی نشانے اور مالیاتی مصارف، اس پروگرام کی نزاکت اور اس کی وسیع رسائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں کہیں ممکن ہو متعلق وزارتیں/ محکمہ مادی نشانوں اور مالیاتی مصارف کا ۱۵ فیصد اقلیتوں کے لئے مختص کریں گے۔ جسے ریاستوں/ مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں متعلقہ ریاست/ مرکزی زیر انتظام علاقے میں ملک میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والی جملہ آبادی کے مقابلے میں اقلیتوں کی خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والی آبادی کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ جو حسب ذیل شرائط کے تابع ہوگا۔ (الف) (۱) بطور خاص دیہی علاقوں پر لاگو اسکیموں کے لئے صرف دیہی علاقوں میں خط غربت سے نیچے کی اقلیتی آبادی سے متعلق تناسب کو ہی ملحوظ رکھا جائے گا۔ (۲) صرف شہری علاقوں پر لاگو اسکیموں کے لئے شہری علاقوں میں غربت سے نیچے کی اقلیتی آبادی سے متعلق تناسب کو ہی ملحوظ رکھا جائے گا۔ (۳) دیگر معاملوں میں، جہاں ایسا فرق کرنا ممکن نہ ہو وہاں کل کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

(ب) جن ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو مذکورہ بالا سطور میں حوالہ دیا گیا ہے وہاں اکثریت سے ہٹ کر اقلیتوں کے خط غربت سے نیچے کی سطح کے لئے ہی نشانے مختص کئے جائیں گے۔ ☆ جن اسکیموں کے لئے نشانے مقرر کئے جائیں گے وہ حسب ذیل ہیں: نکتہ نمبر (الف) تعلیم کے لئے مواقع میں اضافہ۔ (۱) (ICDS) سروس کی مساویانہ فراہمی۔ آنگن واڑی مراکز کے ذریعے خدمات فراہم کتے ہوئے انٹیگریٹیڈ چائیلڈ ڈیولپمنٹ سروس آئی سی ڈی ایس کی فراہمی۔ (۲) اسکولی تعلیم تک رسائی میں بہتری۔ سروشکشا ابھیان، کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیہ اسکیم اور اسی طرح کی دیگر سرکاری اسکیمیں۔ نکتہ نمبر (ب) معاشی سرگرمیوں اور روزگار میں مساویانہ حصہ۔ ☆ غریبوں کے لئے خودروزگار اور بااجرت روزگار کی فراہمی۔ سورن جینتی گرام سیوا روزگار یوجنا، سورن جینتی شہری روزگار یوجنا، سمپورن گرامین روزگار یوجنا۔ ☆ ٹیکنیکل ٹریننگ کے ذریعہ مہارتوں کا فروغ، نئے آئی ٹی آئی اداروں کا قیام اور موجودہ آئی ٹی آئی اداروں کے درجہ میں اضافہ۔ ☆ معاشی سرگرمیوں کے لئے اضافی قرض کی مدد۔ (ب) ترجیحی شعبے کے قرضوں کے تحت بینک قرض نکتہ نمبر (ج) اقلیتوں کے حالات زندگی کو بہتر بنانا۔ ☆ دیہی امکنہ اسکیم میں مساویانہ حصہ۔ اندرا آواس یوجنا۔ ☆ اقلیتی طبقات کی آبادی والی سلم بستیوں کے حالات کو بہتر بنانا۔ انٹیگریٹیڈ ہاؤزنگ اینڈ سلم ڈیولپمنٹ پروگرام اور جواہر لعل نہرو نیشنل اربن رینیول مشن۔

☆ عمل آوری، نگرانی اور رپورٹنگ

الف، وزارت، محکمے کی سطح پر جو وزارتیں/ محکمے پروگرام میں درج اسکیموں پر عمل آوری کرتے ہیں وہ مادی نشانوں اور مالیاتی مصارف کے حوالے سے بدستور ان اسکیموں کو روبعمل لاتے اور ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ انہیں اس پروگرام پر عمل آوری کی پیشرفت کا ماہانہ بنیاد پر جائزہ لینا ہوگا۔ اور پروگرام میں شامل اسکیموں کی عمل آوری کی پیشرفت کے بارے میں سہ ماہی بنیاد اگلی سہ ماہی کے پندرہویں دن تک وزارت اقلیتی امور کو رپورٹ پیش نی ہوگی۔ (ب) ریاستی/ مرکز کے زیر انتظام علاقے کی سطح پر ریاستوں/ مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق وزیر اعظم کے نئے ۱۵ نکاتی پروگرام پر عمل درآمد کے لئے چیف سکریٹری کی سرکردگی میں ریاستی سطح کی کمیٹی تشکیل دینی ہوگی جس میں ۱۵ نکاتی پروگرام کے تحت اسکیموں کو روبہ عمل لانے والے محکموں کے سکریٹری، پنچایت راج اداروں/ خوداختیار ضلع کونسلوں کے نمائندے، اقلیتوں کے باوقار غیر سرکاری اداروں کے تین نمائندے اور تین ایسے دیگر ارکان شامل رہیں گے جنہیں حکومت/ مرکز کے زیر انتظام علاقے کا انتظامیہ مناسب سمجھتا ہو۔ ریاست/ مرکز کے زیر انتظام علاقے کے اقلیتی امور کے محکمے کو ۱۵ نکاتی پروگرام کی نگرانی کے لئے نوڈل محکمہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس کمیٹی کا اجلاس کم از کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ ہوا کرے گا اور ریاست/ مرکز کے زیر انتظام علاقے کا اقلیتی امور سے متعلق محکمہ پیش رفت کی سہ ماہی رپورٹ اگلی سہ ماہی کے پندرہویں دن تک وزارت اقلیتی امور کو روانہ کرے۔

(ii) ضلع کی سطح پر: اسی طرح ضلع کی سطح پر اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق وزیر اعظم کے نئے ۱۵ نکاتی پروگرام پر عمل درآمد کے لئے ضلع کلکٹر/ ڈپٹی کمشنر کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جاسکتی ہے۔ جس میں پروگرام کو روبعمل لانے والے محکموں کے ضلع کی سطح کے عہدے دار، پنچایت راج اداروں/ خود اختیار ضلع کونسلوں کے نمائندے، اقلیتوں کے باوقار غیر سرکاری اداروں کے تین نمائندے شامل رہیں گے۔ ضلع سطح کی کمیٹی ریاست/ مرکزی زیر انتظام علاقے کے اقلیتی امور کے محکمے کو رپورٹ پیش کرے گی تاکہ اسے ریاستی سطح کی کمیٹی میں پیش کیا جاسکے۔

(ج) مرکزی سطح پر: (i) مرکزی سطح پر نشانوں کے حوالے سے عمل آوری کی پیش رفت کا سکریٹریز کی کمیٹی (COS) پر چھ ماہ میں ایک مرتبہ جائزہ لے گی۔ مرکزی کابینہ کو رپورٹ پیش کرے گی۔ COS اور مرکزی کابینہ کے سامنے چھ ماہ میں ایک مرتبہ پیش کرنے کے لئے رپورٹ تیار کرنے کے لئے وزارت اقلیتی امور نوڈل وزارت ہوگی۔ پروگرام سے متعلق تمام وزارتیں/ محکمے وزارت اقلیتی امور کو سہ ماہی رپورٹ آئندہ سہ ماہی کے ۱۵ ویں دن تک پیش کردیں گے۔ (ii) اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق وزیر اعظم کے نئے ۱۵ نکاتی پروگرام کے لئے سکریٹری وزارت اقلیتی امور کے صدارت میں ایک جائزہ کمیٹی قائم ہوگی جس میں تمام متعلق وزارتوں/ محکموں کے نوڈل آفیسر شامل رہیں گے، پیشرفت کا جائزہ لینے، معلومات حاصل کرنے، مسائل کو حل کرنے اور حسب ضرورت وضاحتیں فراہم کرنے کے لئے اس کا اجلاس کم از کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ منعقد ہوا کرے گا۔

اب مسلم دانشوروں اور لیڈروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان نکات پر ایمانداری کے ساتھ عمل کرائیں خود بھی بیدار رہیں اور دوسروں کو بھی متوجہ کرتے رہیں۔ نہ ان پر پروگرام کو ٹھنڈے بستے میں دفن ہونے دیں اور نہ ہی یہ ہونے دیں کہ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے نام پر ملنے والی سہولتیں اکثریت کے سرگرم اور تیز طرار لوگ جھپٹ لے جائیں۔

●●

کرنے والا کام کرتا ہے، بولنے والا بولتا ہے

محمد آصف ریاض

''آج سے پانچ سال ایک دن قبل، جب وزیر اعظم منموہن سنگھ لوک سبھا میں بولنے کے لئے اٹھے تھے، تو اس وقت حالات وہ نہیں تھے جو آج ہیں۔ اس وقت اپوزیشن ہارنے کے باوجود ہار تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وزیر اعظم نے ابھی اپنی تقریر کا آغاز ہی کیا تھا کہ اپوزیشن نے ہنگامہ کھڑا کردیا تھا۔ ہنگامہ اس قدر سخت تھا کہ وزیر اعظم چاہ کر بھی کچھ نہیں بول سکے تھے۔ آخر کار اسپیکر کو یہ کہنا پڑا تھا کہ ''محترم وزیر اعظم، آپ اپنی تقریر ہاؤس کے سامنے رکھ دیں۔ اسے بغیر پڑھے ہی پڑھا ہوا مان لیا جائے گا''۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا تھا، جب کسی وزیر اعظم کو بولنے سے روک دیا گیا تھا اور اس کی تقریر کو بغیر پڑھے ہی پڑھا ہوا تسلیم کرلیا گیا تھا۔ لیکن پانچ سال ایک دن، گزر جانے کے بعد حالات یکسر بدل چکے تھے۔ منموہن سنگھ جب دوسری بار زبردست اکثریت کے ساتھ وزیر اعظم منتخب ہوکر ہاؤس میں پہنچے تو انہوں نے تقریباً ۴۵ منٹ تک تقریر کی لیکن اس بار کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ اس بار صرف منموہن سنگھ بول رہے تھے اور باقی تمام لوگ سن رہے تھے۔ منموہن سنگھ نے گویا اپوزیشن کے منھ سے زبان کو نکال لیا تھا''۔

(امر اجالا ۱۰رجون ۲۰۰۹ء)

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ ہر انسان پر، یہاں تک کہ ملک کے وزیر اعظم پر بھی ایک وقت ایسا آتا ہے، جب وہ بولنا چاہتا ہے لیکن بول نہیں پاتا۔ وہ کسی چیز کی وضاحت پیش کرنا چاہتا ہے لیکن اسے اس کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اس کی مخالفت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ لوگ اس کی زبان بند کرادیتے ہیں۔

جب کسی شخص یا کسی سماج پر ایسا وقت آئے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ اس صورت حال میں انسان کو وہی کرنا چاہئے جو حضرت مریم نے کیا تھا۔ یعنی اسے منھ کا روزہ رکھ لینا چاہئے۔ اسے چپ کی گولی کھا لینی چاہئے۔ کسی معاملہ پر خاموش ہوجانا، معاملہ سے (Retreat) کرنا، یا پیچھے ہٹ جانا نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ کا بہتر طریقہ سے سامنا کرنا ہے۔ جب کوئی شخص کسی معاملہ پر خاموش ہوجاتا ہے تو گویا وہ اپنی ساری انرجی کو اکٹھا کرکے عمل کے مورچہ پر لگا دیتا ہے۔ اب وہ خاموشی کے ساتھ اپنی پوری صلاحیت عمل کے میدان (Action) پر صرف کردیتا ہے۔ اور پھر عمل کے ذریعہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ بولتا ہے اور باقی تمام لوگ خاموشی کے ساتھ اسے سنتے ہیں۔ جیسا کہ ملک کے وزیر اعظم من موہن سنگھ کے ساتھ ہوا۔

اس کے برعکس جب کوئی شخص کسی معاملے پر بولنے لگتا ہے، تو گویا وہ اپنی انرجی کو منقسم کرکے گھٹا لیتا ہے۔ وہ اپنی کچھ انرجی بولنے پر لگاتا ہے۔ کچھ انرجی سننے پر لگاتا ہے اور کچھ انرجی عمل کرنے پر لگاتا ہے۔ اپنی پوری انرجی کا ایک چوتھائی حصہ ہی وہ عمل پر لگا پاتا ہے۔ اس کی باقی انرجی برباد ہوجاتی ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو گھٹا کر فوق البشر کے مقام سے بشر کے مقام پر لے آتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو Super man سے گھٹا کر man بنا لیتا ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی آدمی بولنے سے رک جاتا ہے اور اپنی انرجی کو عمل پر لگا دیتا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو man سے Super man بنا لیتا ہے۔ بشر سے فوق البشر بنا لیتا ہے۔ آدمی کا حال یہ ہے کہ وہ صرف زبان سے نکلنے والی بولی کو جانتا ہے۔ وہ خاموشی اور عمل کی زبان کو نہیں جانتا۔ حالانکہ 'عمل' کی بولی زبان سے نکلنے والی بولی سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ ایک انگریز مفکر کا قول ہے Action speaks louder than words

انسان کا عمل الفاظ سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ انسان جب عمل کرتا ہے تو اس کے اندر بے پناہ سنجیدگی آجاتی ہے۔ یہ سنجیدگی انسان کو اس مقام پر پہنچا دیتی ہے جہاں پہنچ کر انسان کم سخن بن جاتا ہے۔

وہ بولنے سے زیادہ سوچنے لگتا ہے۔ وہ کہنے سے زیادہ کرنے لگتا ہے۔ اور جو آدمی بولنے سے زیادہ سوچنے لگے، کہنے سے زیادہ کرنے لگے، اس کے لئے بولنا مشکل ہوجاتا ہے اور کرنا آسان۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ عمل کرکے مطمئن رہے اور بولنے کا کام دوسروں پر چھوڑ دے۔ یہی وہ بات ہے جسے ایک انگریز مفکر نے اس طرح سمجھایا ہے Be content to act, and leve the talking to others.

اردو کے معروف شاعر کلیم عاجز کا ایک شعر ہے:

اس پر مت جیو تم عاجز کون یہاں کیا بولے ہے
کرنیوالا کام کرے ہے بولنے والا بولے ہے

●●

رزق حلال سے فرار کی راہیں

علم، تعلیم اور فلسفہ وکلام کی ترقی نے جہاں تعمیری اور مثبت نتائج سے انسانوں کو مالا مال کیا، وہیں جن کے دل میں ٹیڑھ ہوتی ہے، ان کے ہاتھوں میں تاویلات کا ہتھیار بھی تھما دیا ہے۔ چنانچہ اسلام کی سیدھی، سچی اور دلوں میں راست گھر کر جانے والی تعلیمات کو یہی ذہنی عیار اپنی دنیا سازی کے لیے راستے کی رکاوٹ جان کر مختلف حیلوں اور تاویلات کا سہارا لیا کرتے ہیں۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو دنیا جہاں کے سامنے خیر امت اور ماڈل (نمونہ) کی حیثیت میں پیش کرتا ہے، چنانچہ اس کا اہل ایمان سے مطالبہ ہے کہ ”اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خدا کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، اگر چہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو“ (النساء: ۱۳۵) چونکہ امت محمدیہ کی حیثیت دین کے داعی گروہ کی ہے اس لیے اہل ایمان کے آپسی معاملات کا سدھار اس دین کی اقامت واشاعت اور تبلیغ کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس لیے قرآن اہل ایمان سے کہتا ہے ”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔“ (مائدہ: ۲) اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے (البقرہ: ۲۵۶)

مناسب ہے کہ رزق حلال کی اسلامی تعلیمات سے پہلے تمہیداً پہلو تہی اور فرار کے چند بنیادی پہلوؤں پر گفتگو کرلی جائے تا کہ نفس انسانی کے چور دروازوں کی نشان دہی ہوسکے۔

سب سے پہلے یہ کہ برائی، گناہ، نقصان وخسارہ کی ایک شکل تو ہے جس کو مادی نقطۂ نظر کہا جاتا ہے مثلاً روپیہ جائیداد تجارت کا نقصان، گالم گلوچ اور مار پیٹ کی وجہ سے کسی کا بری طرح سے زخمی ہوجانا وغیرہ اس کے بالمقابل ایک اور معنوی شکل بھی ہے جس کی حیثیت مادی نقطہ نگاہ سے کم نہیں ہے بلکہ حقیقی انداز میں دیکھا جائے تو اس کی سنگینی کچھ زیادہ ہی ہے۔ مثلاً جھوٹا ناقابل اعتبار ہوجاتا ہے۔ کنجوس اور بخیل الفطرت کو دنیا اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ مظلوم کی آہ فرش سے لے کر عرش تک اپنا دائرہ اثر رکھتی ہے وغیرہ۔ اور صرف برائی وگناہ ہی نہیں بلکہ نیکی بھلائی اور دیگر معروفات بھی مذکورہ دونوں پہلو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ ذہن وفکر کی تشکیل اور حرکت وعمل سے قبل ان دونوں قسم کے پہلوؤں کو اپنے سامنے رکھے، کیونکہ بعض معاملات ایسے بھی پیش آتے جن میں مادی اعتبار سے فائدہ، ترقی، عیش وعشرت اور آمدنیوں ونفع کے انبار انسان کے قدموں میں ڈھیر تو ہوجاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اسے ایک عظیم معنوی نقصان، خسارہ وگناہ کا وبال بھی سر پر آجاتا ہے اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی ہی میں اصول مکافات کے تحت کیے کرائے کا مزہ چکھا دیا جاتا ہے یا پھر کبھی نسل در نسل بھگتان کے اثرات محسوس کیے جاتے ہیں۔ اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیوں کر اس کی توضیح کی جائے۔ اس طرح بعض معاملات مادی نقطہ نظر سے دنیا والوں کو دیوانوں کی بڑ محسوس ہوتے ہیں اور کم فہم پھبتیاں بھی کستے ہیں لیکن معنوی اعتبار سے ان کے نتائج جب دنیا والوں کے سامنے آتے ہیں تب حیرانی سے سوائے انگلیوں کو دانتوں میں دبانے کے کوئی اور راستہ باقی نہیں رہ جاتا۔

حاصل گفتگو یہ کہ انسانوں کا خالق ومالک اور رازق و پروردگار جن احکام ومرضیات کو انجام دینے کا حکم دیتا ہے ان میں ہر اعتبار سے انسانوں کے لیے فائدے ہی پوشیدہ ہیں اور جن امور سے روکا جاتا ہے ان میں انسانوں کے لیے سراسر نقصان، گھاٹا اور خسارہ ہی ہے۔ اگر چہ بظاہر فائدہ ہی دکھائی کیوں نہ دیتا ہو۔ معلوم ہوا کہ رزق حلال کے حصول سے اعراض کے لئے جلد بازی اور ظاہری فائدے کی چمک دمک اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ ضروریات کے لیے تگ ودو کی بجائے تعیشات وتفاخر تکاثر مجبور کرتے ہیں کہ چاہے کسی بھی ذریعے سے ہو مال ودولت کو حاصل کرلیا جائے۔ قرآن مجید اہل ایمان کے سامنے اہل کتاب کی مثال دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ”تو دیکھے گا ان میں اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم وزیادتی کی طرف اور مال حرام کے کھانے کی طرف لپک رہے ہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں۔ انہیں ان کے عابد وعالم گناہ پر زبان کھولنے اور حرام چیزوں کے کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ بے شک برا کام ہے جو یہ کر رہے ہیں۔“ (مائدہ: ۶۲، ۶۳)

دوم یہ کہ قرآن مجید نے اصحاب سبت کا تذکرہ کرتے ہوئے جس ذہنیت کو اجاگر کیا ہے وہ انسانی کمزوریوں کا ایک ایسا باب ہے جس کی چوری اپنے ساتھ سینہ زوری بھی لاتی ہے۔ واضح ہو کہ گنہگار اپنے گناہ پر شرمندہ ہے اور گناہ کو گناہ سمجھے تو امکان رہتا ہے کہ سچی توبہ کی توفیق سے نوازا جائے گا اور وہ گناہ سے تائب ہوجائے گا برخلاف اس کے اگر وہ گناہ کو گناہ (یا خدا کو ناراض کرنے والا کام) سمجھے ہی نہیں تب اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ اس نے ملامت کرنے والے ضمیر کا خود ہی قتل کرڈالا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ظاہر ہے کہ اس کا انجام اس کے علاوہ اور کیا ہوگا کہ وہ کیے بعد دیگرے گناہ کرتا چلا جائے گا اور غلط تاویلات کے ذریعے خود کو دھوکے میں ڈالے رکھنے کا بندوبست بھی کرتا رہے گا۔ یعنی ایک طرف وہ خود گناہوں کے دلدل میں ڈوبنے تک دھنستا چلا جائے گا

ظفر عاقل

کا لیبل کم از کم ہٹا دیا جائے اور ایک طرف ضمیر کے کچوکے سے محفوظ رہا جائے تو دوسری طرف معاشرے میں پارسائی کے آبگینے میں بال بھی نہ آنے پائے۔ چنانچہ اصحاب سبت کی سی تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ گویا شیطان ورحمان دونوں سے مطلب براری کی ناکام کوشش ہوتی رہتی ہے۔ قرآن قدم قدم پر امت محمدیہ کی بھلائی کی خاطر روکتا ٹوکتا اور جھنجھوڑتا ہے اور کہتا ہے: ”اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں۔“ (البقرہ: ۲۲۹)

تیسری بات یہ کہ زمین وآسمانوں میں جو کچھ بھی تخلیق کیا گیا ہے اس کی حیثیت امانت کی سی ہے چنانچہ انسان کا جسم اللہ کی امانت ہے جس کی دیکھ ریکھ، صیانت وحفاظت انسان کی ذمے داری قرار دے کر انسان کا امتحان لیا جاتا ہے کہ وہ اس کی پرورش و پرداخت میں معروف ذرائع (یعنی اللہ کے احکام ومرضیات کے مطابق) اختیار کرتا ہے یا منکرات وحرام طور طریق (اللہ کے منع کردہ اور اس کے غضب کو بھڑکانے والے) کو استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح انسان ذمے افراد خاندان کی کفالت بھی دی گئی ہے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کی پرورش حلال وطیب طریقوں سے کرتا ہے جو اس کے رب اور پروردگار کو پسند ہے یا اپنے نفس اور شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہوا دوزخ کی آگ سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

امانت کا تصور ذہن وفکر سے ہٹ جانے اور دنیا کو عیش کدہ سمجھ لینے کی وجہ سے انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اس دنیا کے آرام اور بہتر طرز زندگی کو حاصل کرنے کے لیے جو کچھ بن پڑتا ہے کرنا چاہیے۔ چنانچہ حلال وحرام کی تمیز ذہن کے کونوں وگوشوں میں چھپ جاتی ہے اور ظالم انسان نفس کی اطاعت میں مشغول ہوکر جس طریقے سے بھی ممکن ہے مال ودولت کو ہڑپ لینا اپنا وطیرہ بنا لیتا ہے۔

چوتھی قابل تذکرہ بات یہ ہے کہ دنیا کی اصل حیثیت مسافرت کے ٹھکانے کی سی ہے اور ایک بہت ہی مختصر زندگی کی مہلت عمر انسانوں کو دی گئی ہے۔ اقوال النبیؐ اور سیرت سرور عالم نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے: ”رسولؐ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں اس طرح زندگی کے دن گزار گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر“۔ (عن عبداللہ بن عمر، بخاری)

ہزار ہا ہزار سالہ نامعلوم مدت کی یہ کائنات کے بالمقابل چند دہائیوں کی انسانی زندگی کا کوئی تناسب ہے نہ تقابل۔ اس کے بالمقابل آخرت کی اصل زندگی لامتناہی ہوگی جس کے حصول کا دارومدار اس دنیا کی زندگی پر منحصر ہے۔ چنانچہ انسان کی دنیوی زندگی ایک طرح کا امتحان ہے جس کی کامیابی اور ناکامی آخرت کی زندگی پر اثر انداز ہوگی۔ اس امتحان میں انسان کامیاب ہوجاتا ہے تو آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی فوز وفلاح سے ہمکنار ہوگی اور ہمیشگی کا آرام، راحت وسکون جس کا نام جنت ہے انسان کو عطا کردیا جائے گا اور اگر خدانخواستہ انسان اس فانی دنیا کو صحیح انداز میں برتنے میں ناکام ہوجاتا ہے تو دوزخ اس کا ٹھکانہ بنے گی جو ناقابل برداشت مصائب وتکالیف کا مسکن ہے۔ یہ وہ اصل حقیقت ہے جو جتنی زیادہ پیش نظر ہوگی اُتنی ہی فائدہ مند ہوگی اور اسلام کے پیش کردہ نظریۂ کائنات کو سمجھنے میں مدد بھی دے گی کہ دنیا کی اصل حیثیت مسافر کے عارضی ٹھکانے کی سی ہے اور اس سے اُتنی ہی قربت وتعلق رکھنا چاہئے جتنا کہ ایک مسافر کسی مسافرت کے عارضی ٹھکانے سے رکھنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ روز محشر حساب کتاب کے یقین میں کمی کی وجہ سے، اور اللہ کے حضور پیشی سے متعلق ایمان میں جھول کی وجہ سے انسان غلط راہ اختیار کرلیتا ہے اور حلال وحرام کی تمیز کھو دیتا ہے تا کہ زندگی آرام وآسائش سے گزرے۔ روح بیمار ہوتی ہے تو ہوجائے لیکن جسم کی فربہی اور توانائی میں کوئی کمی نہ آنے نہ پائے۔ حلال طیب کی جگہ حرام ونجس غلاظت کیوں نہ ہو، اپنی آل اولاد پر نچھاور کیا جائے۔ نام ونمود اور تفاخر دنیا کے مواقع ہاتھ سے نکل جائیں تو کیا سوسائٹی میں ناک نہ کٹ جائیگی، اور نکو نہ بن جائیں گے، کی ذہنی ساخت پرورش پاتی ہے۔

پانچویں اور آخری بات یہ ہے کہ اسلام انسان کی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے دنیا اور اس کی آسائشوں کے ضمن میں استثناء اور چھوٹ بھی دیتا ہے اور اس سے استفادہ کو بالکل غلط بھی نہیں قرار دیتا۔ اسلامی تعلیمات کا خیال کرتے ہوئے مال ودولت کمانے، جائدادوں کو حاصل کرنے، مویشی اور سواریوں سے استفادہ کرنے حتی کہ مال ودولت کے اثرات کے پاکیزہ طریقے سے اظہار کی بھی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہ بات فطری، عملی اور تاریخی ثبوت وشواہد اپنے اندر رکھتی ہے کہ صاحب مال وثروت کا تناسب نادار اور سفید پوشوں کے بالمقابل بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کا نظریہ مال وجاہ وحشمت، انسانی اکثریتی سوچ پر مبنی ہے اس کے علاوہ انسان کے لئے بحیثیت مجموعی اُخروی فائدہ کو اولین ترجیح دیتا ہے۔ حرص دنیا کی راہ بڑی پُرخطر ہے مال وجائداد کا فتنہ غارت گر دین وایمان بن جاتا ہے اس کی ابتدا بڑی ہلکی اور غیر محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح دلدل جسم کو غرق کر ہی دیتی ہے اسی طرح مال وجاہ وجائداد وحشمت اور اموال دنیا ایک مومن کو معصیت کے ریگ زار صحراء میں لت پت کر ہی دیتے ہیں۔ اس سے بچنے کا ایک علاج جہاں حلال ذریعہ سے کمائی ہے، وہیں اللہ کی راہ میں بے انتہا وبے حساب خرچ کرنا بھی ہے لیکن دل کی قساوت اور تنگی یہ کام کرنے نہیں دیتی۔ اسلام کی اس اجازت کا صحیح ادراک نہ کرنے اور حدود کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے نیز مال وجائداد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے احتراز کی وجہ سے رفتہ رفتہ حلال وحرام کی تمیز میں اعتدال وتوازن ختم ہوجاتا ہے۔ اور توازن کے خاتمے کے بعد مومن اور معاشرہ کی جو درگت بنتی ہے اس کے بارے میں سیرت النبی دوپہر کے چمکتے سورج کی طرح اعلان کر رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں کو پھاڑ کھانے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو، اُس شخص کی طرح تباہی نہیں مچاتے جو مال جمع کرنے اور جاہ ومرتبہ حاصل کرنے کی حرص میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔“

اب جب کہ حلال وحرام کو اختیار واعراض کے چند بنیادی پہلو سامنے آچکے ہیں دیکھا جانا چاہئے کہ اسلام مال ودولت اور اس کے حصول کے طور طریقوں کے ضمن میں کیا رہنمائی دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں اُنہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (البقرہ: ۱۶۸) حضورؐ نے فرمایا ”حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان مشتبہ اُمور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک کرلیا۔“ اور آپؐ نے فرمایا: جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس وقت وہ درست ہوتا ہے سارا جسم درست ہوتا ہے اگر وہ بگڑ جائے سارا بدن بگڑ جاتا ہے خبردار وہ دل ہے“ (نعمان بن بشیر، بخاری، مسلم) اور حضور نے یہ بھی فرمایا ”جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پلا ہو۔ ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پلا ہو آگ اُس کے زیادہ لائق ہے۔“ (جابرؓ، احمد، دارمی، بیہقی) مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ایک آدمی کا ذکر کیا ”وہ لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے، کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب، اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے، حرام کے ساتھ اس کو غذا دی جاتی ہے۔ ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔“ حضورؐ نے فرمایا ”لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا جو کچھ وہ پکڑ رہا ہے حلال ہے یا حرام“ (بخاری، ابو ہریرہؓ) حضورؐ نے فرمایا ”کوئی بندہ حرام مال کماتا ہے پھر اس کے ساتھ صدقہ کرتا ہے اس کا وہ صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بیشک پلید پلید کو دور نہیں کرتا۔“ (عبداللہ بن مسعودؓ، شرح السنۃ) اور اللہ کی کتاب ہانکے پکارے اعلان کرتی ہے ”اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔“ (البقرہ ۱۸۸) یہاں واضح رہے کہ آج کے جمہوری طریقہ جس کو افشاء کرکے یا طشت از بام کرکے یا کسی بااختیار کے سامنے اس غرض سے پیش کرکے کہ متعلقہ کا مال ہڑپ کرلیا جائے، حرام طریقہ کار ہوگا۔ اللہ کی آخری کتاب اپنے آخری رسول سے اس آخری امت کو جو اب کار نبوت کے اہم فریضہ پر فائز ہے مخاطب ہے: ”اے پیغمبر، ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہرحال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمہیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو، پس اے لوگو! جو عقل رکھتے ہو اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، اُمید کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔“ (المائدہ: ۱۰۱) حضورؐ نے اس دھوکہ کی ٹٹی اور فنا ہونے والی دنیا سے بخیر گزرنے کا بہترین طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا ”جو چیز تجھ کو شک میں ڈالتی ہے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کر جو شک میں نہیں ڈالتی۔“ (حسنؓ بن علیؓ احمد، ترمذی، نسائی) دنیوی معاملات میں بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب مختلف حیثیتوں میں لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ چاہے تجارت ہو، لین دین ہو، ہدیہ وتحائف ہوں یا کسی اور نوعیت کے معاملات ہوں تب ایک مومن کو لازم ہے کہ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے اور حق وانصاف کے ساتھ معاملات کو انجام دے۔ حضورؐ نے ناحق طریقوں کے انجام بد سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے ”جس نے ناحق زمین کا کچھ حصہ لیا قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کو دھنسا دیا جائے گا (سالمؓ، بخاری) جس نے ایک بالشت زمین ناحق لی اس کو محشر میں اس کی مٹی اٹھانے کی تکلیف دی جائے گی (احمد) ان تمام معاملات میں شفافیت بھی ضروری ہے۔ حیلہ سازی اور نیت کے فطور سے اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا اور دنیوی اور اُخروی نقصان اگر کسی کا ہوگا تو وہ صرف انسان ہی کا ہوگا کیونکہ اللہ ظلم اور حق تلفی کو پسند نہیں کرتا اور اللہ کی حمایت مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، جب اللہ تعالیٰ نے چربی ان پر حرام کی انہوں نے اس کو پگھلا دیا اور بیچ کر قیمت کھا گئے۔“ (جابرؓ بخاری، مسلم) چنانچہ قرآن حکیم بڑی جامعیت اور دلسوزی کے ساتھ اہل ایمان کو مخاطب کرتا ہے ”اے ایمان والو! تم للّٰہیت کے ساتھ حق پر قائم ہوجاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو، جو پرہیزگاری سے متصل ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ خدا تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔“ (المائدہ: ۸)

●●

اسلام انسان کی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے دنیا اور اس کی آسائشوں کے ضمن میں استثناء اور چھوٹ بھی دیتا ہے اور اس سے استفادہ کو بالکل غلط بھی نہیں قرار دیتا۔ اسلامی تعلیمات کا خیال کرتے ہوئے مال ودولت کمانے، جائدادوں کو حاصل کرنے، مویشی اور سواریوں سے استفادہ کرنے حتی کہ مال ودولت کے اثرات کے پاکیزہ طریقے سے اظہار کی بھی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہ بات فطری، عملی اور تاریخی ثبوت وشواہد اپنے اندر رکھتی ہے کہ صاحب مال وثروت کا تناسب نادار اور سفید پوشوں کے بالمقابل بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے۔

حتی کہ اس کا وجود اس میں غرق ہوجائے گا اور توبہ کی توفیق بھی نہ ملے گی تب دوسری طرف وہ دنیا میں دوسرے انسانوں کے لیے ایک ایسا عمل، نظریہ اور طریقہ چھوڑ جائے گا جو بنیادی طور پر غلط تو ہوگا ہی لیکن لوگ اس کو حق، سچ اور ثواب سمجھتے رہیں گے۔ غلطی کا رواج اور غلطی کو گناہ کی بجائے ثواب بنا دینے کا دوہرا جرم یقیناً ایک طرح کی بغاوت ہے جو انسان اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف کرتا ہے۔ اس طرح ایک جم غفیر کے گناہوں کا انبار اس کے کھاتے میں درج ہوتا چلا جائے گا۔ یوم سبت کا انداز فکر یہی کچھ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ سبت کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن عبادت کے سوا دیگر تمام کاموں سے منع کردیا گیا تو انہوں نے مچھلیوں کے شکار کے لیے گڑھے کھودے اور سمندر کے مدوجزر کی مدد سے گڑھوں میں پانی بھر لیا کرتے تا کہ ہفتے کے روز کی ممانعت بھی برقرار رہے اور دنیاداری اور نفس پرستی کی دوکان بھی چلتی رہے۔ گویا اپنی دانست میں اللہ کی تعلیمات سے کھلواڑ کا رنگ ڈھنگ انہوں نے ایجاد کرلیا تھا۔ یہ ایک نئے انداز کی نفس پرستی یا خود اپنی ذات کے خلاف ایک طرح کی بلیک میلنگ تھی جس کو سفید لباس پہنا کر نفس کی گندی، سیاہ کالک کی لیپا پوتی کرنا ان کے پیش نظر تھا۔ شتر مرغ کی چال چل کر کے بزعم خود سمجھنے لگے تھے کہ نعوذ باللہ خدا کو چکمہ دے سکیں گے لیکن اس طرح کی ذہنیتوں کا پردہ قرآن مجید نے چاک کردیا۔ (آل عمران: ۵۴)

سبت کا ذہن اور سوچ وفکر اصلاً شیطان کی ایک چال ہے جو شر کو خیر کا روپ دے کر انسانوں کو راہ راست سے بھٹکانا چاہتا ہے اور انسانوں میں سے احساس گناہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ واقعہ سبت قیامت تک انسان کی فطرت کی اس خباثت کو ظاہر کرتا رہے گا۔ چنانچہ رزق حلال کی راہ کو خشک، بے تعیش اور صبر آزما محسوس کرکے انسان کوئی ایسی راہ یا تکنیک ایجاد کرنا چاہتا ہے جس سے غلط وحرام

خطوط ومسائل

مدھیہ پردیش اقلیتی کمیشن حکومت کے قدموں میں

ریاست مدھیہ پردیش کی اقلیتیں اس بات سے مایوس اور غمزدہ ہیں کہ موجودہ ریاستی اقلیتی کمیشن اپنے فرائض انجام نہیں دے رہا ہے اور اس کے ممبران سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لئے اقلیتوں کے بنیادی مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر ضروری باتوں کو مدعا بنا کر کمیشن کا وقت اور پیسہ ضائع کر رہے ہیں۔ ریاستی اقلیتی کمیشن کے حالیہ اجلاس میں جو خاص باتیں ایجنڈے میں رکھی گئی ہیں ان میں گورنمنٹ سے گائے کو ”قومی جانور“ کا درجہ دیئے جانے کا پرپوزل ہے۔ دوسرے مدھیہ پردیش میں بنگلہ دیشی لوگوں کی پہچان کئے جانے کے لئے باقاعدہ سروے کرایا جانے کا مطالبہ شامل ہے — دلچسپ بات یہ ہے کہ موجودہ تین رکنی کمیٹی میں ایک بھی ممبر ملک کی سب سے بڑی اقلیت (یعنی مسلم کمیونٹی) کا شامل نہیں ہے۔ ان ممبران کو چونکہ اسٹیٹ منسٹر کا درجہ حاصل ہے، لہٰذا حکومت کو خوش کرنے کے لئے اس طرح کی باتیں ایجنڈے میں لاتے ہیں جو ان کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ مگر اقلیتوں کے مسائل پر غور کرنے کی نہ تو ان میں چاہ ہے اور نہ ہی صلاحیت — موجودہ ریاستی حکومت اقلیتوں کے مسائل سے کتنی لاپرواہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ریاستی حکومت کو اقلیتی کمیشن کی صدارت کے لئے پچھلے آٹھ ماہ سے کوئی مناسب شخصیت نظر نہیں آئی، اور یہ پوسٹ ابھی تک خالی پڑی ہے۔ جہاں تک کمیشن کی کارکردگی کا تعلق ہے اس نے محض ریاستی حکومت کو ہی خوش کرنے کا فرض انجام دیا ہے، یہاں تک کہ قومی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین جناب شفیع قریشی نے اندور کے فسادات میں حکومت کی نااہلی اور بجرنگ دل ووشو ہندو پریشد کو ذمہ دار ٹھہرایا تھا، مگر ریاستی کمیشن نے حکومت کو کلین چٹ دے دی — ریاست میں اردو ٹیچرس کو سرکاری اسکولوں میں نوکری دینے کے معاملے میں کمیشن نے اپنی سفارشات حکومت کو نہیں پہنچائیں، جبکہ بھوپال مسلم اکثریت کے علاقے میں شامل کیا گیا ہے اور ان مخصوص شہروں میں شامل ہے جو اقلیتی ویلفیئر اسکیم کے تحت نامزد ہیں اور مرکزی حکومت نے خاص پیکیج ان کی ترقی کے لئے رکھے ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ خالص مسلم آبادی پر مشتمل سرکاری اسکولوں میں بھی اردو ٹیچرس موجود نہیں ہیں، پھر یہ کہ پچھلے ایک عرصہ سے ریاست میں مسلم اور عیسائی اقلیتوں کو فسادات میں مسلسل زدوکوب کیا جارہا ہے مگر کمیشن کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ غور طلب ہے کہ گورنمنٹ کے ذریعے مختلف اسکیمیں جو اقلیتوں کی فلاح وبہبود کو سامنے رکھ کر بنائی جاتی ہیں ان پر نظر رکھنے اور عملدرآمد کرانے کی ذمے داری کمیشن کی ہے۔ ساتھ ہی اقلیتوں کی فلاح کے لئے بنائے گئے نئے پندرہ نکاتی پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لئے کمیشن کو پابند کیا گیا ہے، مگر کمیشن کی توجہ اس جانب نہیں ہے۔ حال یہ ہے کہ اقلیتی فرقوں کے طلبا کو تعلیمی وظائف دیئے جانے کے لئے جو لسٹ تیار کی گئی ہے اسے آج تک کمپیوٹر پر نہیں ڈالا گیا اور طلبہ متعلقہ دفتر کے چکر لگانے پر مجبور ہیں۔ جب اقلیتی طبقہ کے لوگوں کو کمیشن سے کوئی فائدہ نہیں تو بہتر یہ ہوگا کہ ریاستی سرکار اقلیتوں کو دھوکے میں رکھنے کے بجائے کمیشن کو ہی تحلیل کردے تا کہ یہاں کی اقلیتیں اس پر صبر کرلیں کہ سرکار کھلے طور پر اقلیتوں کو نظر انداز کر رہی ہے، مگر کمیشن کے ہوتے ہوئے اقلیتوں کے مسائل کو نظر انداز کیا جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

انور صفی
سکریٹری ملی مسائل حلقہ ایم پی
ہدیٰ کمپلیکس، باغ دلکش، بھوپال

امریکی صدر اپنے وعدوں کو عملی شکل دیں

امریکہ کے صدر بارک حسین اوباما کی تقریر کافی مقبول ہوئی۔ مختلف گوشوں سے اس پر اظہار خیال کیا جارہا ہے۔ کہتے ہیں مسلمانوں کی طرف سے کسی قدر اطمینان کے احساس کا اظہار کیا جارہا ہے۔ صدر بارک حسین اوباما نے اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کیا اور اپنے والدین کا رشتہ اسلام سے بتا کر یہ تصور دیا کہ ان کا تعلق کہیں نہ کہیں اسلام سے جاملتا ہے۔ لیکن شاید وہ بھول گئے کہ جہاں تک آخرت کا معاملہ ہے وہاں حساب کتاب آپ کیا ہیں اس پر ہوگا نہ کہ آپ کے والدین یا اولاد کیا تھی، اس پر۔ اس لئے ایک لحاظ سے دنیوی زندگی ومعاملات میں مسلمانوں کو ان سے کوئی خاص توقع کرنا فائدہ مند نہ ہوگا۔ اس لئے بھی کہ ساری دنیا پر یہ بات عیاں ہے کہ امریکہ ایک ایسا جن ہے جس کی جان پنجرے کے طوطے اسرائیل میں اٹکی ہوئی ہے — ہم صدر امریکہ کو منصف کا مقام ضرور دیتے اگر ان کے خیالات زبانی جمع خرچ تک محدود نہ رہے ہوتے۔ نائن الیون کے معاملے میں اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ واقعی اتنا بڑا کارنامہ احمق مسلمانوں ہی کا کام ہے، کیونکہ یہودی چھٹی پر تھے، تو بھی اس میں چند مٹھی بھر غیر یہودی افراد کی جانیں گئیں اور ایک عمارت تباہ ہوئی۔ اس کے برخلاف افغانستان وعراق پر حملہ کرکے لاکھوں معصوم جانیں شہید کی گئیں اور بے شمار عمارتیں زمین دوز کی گئیں۔ ملک کی اقتصادی ومعاشی حالت تباہ وبرباد ہوگئی۔ اس ظلم کے منظم گروہ اور ذمے دار افراد کون ہیں مخفی نہیں۔ کیا نئے صدر انہیں اس کی سزا دیں گے جس طرح کہ چند کرد جانوں کے عوض صدام حسین کو سولی پر لٹکایا گیا تھا؟ — میانمار (برما) میں کبھی مسلمان عروج پر تھے۔ آج وہاں کی حکومت بدھ مت کی پیرو ہے۔ ان ہی کے ہاتھوں ان کی فرعونیت نے مسلمانوں کو فرعون کے غلاموں سے بھی بدتر حالت تک پہنچا دیا ہے۔ یہ کام ایک یا دو دن میں نہیں ہوا بلکہ برسوں لگ گئے۔ کیا امریکہ اس سے بالکل بے خبر ہے یا جان بوجھ کر نظر انداز کیا جارہا ہے۔ کیا صدام حسین کے طرز پر یہاں کے ظالموں کو بھی سزا دی جائے گی؟ — مغربی دنیا نے مسلمانوں کے سینے میں ناسور پیدا کیا ہے جس کا زخم روز بروز سڑتا ہی جارہا ہے۔ یہودیوں سے اتنی ہی محبت تھی تو اپنے ہی کسی ملک میں خوبصورت سی جگہ پر تمام سامان تعیشات فراہم کرکے انہیں ذہنی خوشی رہنے دیتے۔ فلسطین میں نہ وہ خوش ہیں نہ فلسطینی خوش ہیں۔ رہی بات مقدس مقام کی، دنیا میں کئی مقدس مقامات ہیں۔ دنیا کے مختلف گوشوں سے زائرین وہاں جاکر زیارت کرتے ہیں۔ ان میں نمایاں مکہ، مدینہ، بیت المقدس، ویٹی کن سٹی (روم)، لاہور، امرتسر، متھرا، کاشی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ مقدس جگہ کی وجہ سے اس شہر وملک پر ان ہی لوگوں کی حکومت ہو، مثلاً پاکستان میں سکھ مت کا گردوارہ ہے۔ ہندوستان میں بدھ مت کے مقامات ہیں مگر بدھ مت کی اکثریت غیر ہندوستانی ہے۔ لیکن اس وجہ سے انہیں کوئی دقت یا رکاوٹ نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ بدھ مت کی اکثریت زرد قوم ہے اس لئے یہاں زرد قوم کی حکمرانی ہو تو کیا یہ کوئی انصاف کی بات ہوگی — فرضی دہشت گردی کے نام پر ساری دنیا آپ کی سرپرستی میں مسلمانوں کو غیر مسلم اور خود غرض مسلم حکمرانوں کے ذریعے پریشان کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بلاتکلف اسلام اور اس کے رسولؐ کا آزادئ خیال کے نام پر مذاق اڑایا جارہا ہے لیکن اسرائیل کے ہولوکاسٹ کا معاملہ ہو یا حجاب کا یہاں آزادی سلب ہوجاتی ہے۔ دوسرے ممالک میں دخل اندازی بذات خود ایک سنگین جرم ہے۔ اس کے باوجود، بالفرض دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی اگر آپ اپنا حق سمجھتے ہیں بھی تو صرف مسلم ممالک ہی میں کیوں؟ — اس قسم کے کئی اہم سوالات ہیں جو پہلے کبھی نہیں تھے۔ ان خرابیوں سے اگر دنیا کو پاک کیا جائے تو حقیقی امن کی امید کی جاسکتی ہے ورنہ بیانات آتے رہیں گے، وقت گزرتا رہے گا، حالات بگڑتے رہیں گے۔

ابوالمجاہد احمد جریر، بنجارہ ہلز، حیدرآباد

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- آسٹریلیا میں ہندوستانی طلباء پر نسلی حملوں کے خلاف سپریم کورٹ میں ایک عرضی داخل کی گئی ہے۔

● نئی دہلی- پندرہویں لوک سبھا کا دوسرا اجلاس ۲رجولائی کو شروع ہوگا۔ پارلیمنٹ سکریٹریٹ کی طرف سے جاری پریس ریلیز کے مطابق یہ اجلاس ۷راگست ۲۰۰۹ء تک چلے گا۔ ریلوے بجٹ ۳رجولائی کو اور عام بجٹ ۶رجولائی کو پیش کیا جائے گا۔

● مدورے- یہاں ایک ٹفن بم دھماکے سے ایک شخص زخمی ہوگیا جب کہ شہر کے باہر ۱۱ ٹفن بم برآمد ہوئے۔

● نئی دہلی- وزارت اقلیتی امور نے سچر کمیٹی کی رپورٹ پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کی بہبود کے لئے ایک درجن منصوبوں کو منظوری دی ہے۔

● ممبئی- ممبئی ہائی کورٹ نے شمالی ہند کے لوگوں کو مارنے کے معاملہ میں مہاراشٹر نونرمان سینا کے صدر راج ٹھاکرے کی ضمانت کی عرضی خارج کردی اور انہیں ۲۹رجون کو کلیان کی ریلوے عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا۔

● ممبئی- ممبئی حملوں میں پولیس کے رول سے متعلق رام پردھان تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر ایکشن ٹیکن رپورٹ ریاستی اسمبلی میں پیش کردی گئی۔ معاملہ عدالت میں ہونے کی وجہ سے پوری رپورٹ پیش نہیں کی گئی ہے۔

● نئی دہلی- بی جے پی کے نائب صدر کی حیثیت سے یشونت سنہا کے استعفیٰ کے بعد سخت دباؤ کے باعث پارٹی کے جنرل سکریٹری ارون جیٹلی بھی مستعفی ہوگئے۔

● بھوپال- فرضی پاسپورٹ کے معاملہ میں بھوپال کے سی جے ایم موہن پرکاش تیواری کی عدالت نے ابوسلیم کے خلاف فرد جرم عائد کی ہے۔

● نئی دہلی- کانگریس، سماج وادی پارٹی اور بی جے پی نے اترپردیش کی وزیر اعلیٰ مایاوتی کے اس تبصرے سخت اعتراض کیا ہے جس میں انہوں نے گاندھی جی کو ناٹک باز قرار دیا ہے۔

● پٹنہ- لوک سبھا کی اسپیکر میرا کمار نے کہا کہ نہ تو ان کا پارٹی کی رکنیت سے استعفیٰ دینے کا کوئی ارادہ ہے اور نہ ایسی کوئی روایت رہی ہے۔

● نئی دہلی- عالمی بنک نے ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ ہندوستان میں جہاں ملازمت، زراعت اور غیر زرعی شعبہ میں انفرادی کوششیں اور آمدنی کے مختلف ذرائع لوگوں کو غریبی سے نکلنے میں مدد کررہے ہیں وہیں بدعنوانی اس امکان کو دس فیصد گھٹا دیتی ہے۔

● ترووندرپورم- امور خارجہ کے وزیر مملکت ششی تھرور نے یہاں پریس کلب کی ایک تقریب میں کہا کہ آسٹریلیا میں ہندوستانی طلباء پر جو حملے ہورہے ہیں، مرکزی حکومت کو اس پر کافی تشویش ہے۔ وزیر اعظم منموہن سنگھ، وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا اور دوسرے وزیروں نے اس مسئلہ پر آسٹریلیا کے وزراء سے بات چیت کی ہے۔

● بارہ بنکی- سماج وادی پارٹی کے لیڈر اکھلیش یادو نے کہا ہے کہ ان کی پارٹی خواتین ریزرویشن کے موجودہ خاکہ کی مخالفت کرتی ہے۔ اگر پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں خواتین ریزرویشن ۳۳فیصد سے کم کرکے ۲۵ فیصد کردیا جائے اور اس کے خاکہ میں تھوڑی تبدیلی کی جائے تو ان کی پارٹی حمایت کرنے کے لئے تیار ہے۔

● کلکتہ- سی پی آئی کے جنرل سکریٹری اے بی بردھن نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ ملک کی ترقی کے لئے مرکز میں ایک غیر کانگریسی اور غیر بی جے پی محاذ کا برسراقتدار آنا ضروری ہے۔

● برہم پور- کاشی پور ہائی اسکول گراؤنڈ مرشدآباد کے سہ روزہ تبلیغی اجتماع کے دوران زبردست طوفان سے اسٹیج گرگیا، جس سے چار افراد کی موت ہوگئی اور ۵۰۰ زخمی ہوگئے۔ انہدام کے وقت اجتماع میں ایک لاکھ کا مجمع تھا۔

● لکھنؤ- حکومت اترپردیش نے سرکاری پرائمری اسکولوں میں ٹیچروں کی کمی سے نمٹنے کے لئے ۴۵ ہزار ٹیچروں کے تقرر کا فیصلہ کیا ہے۔

● تیزپور- ہندوستان نے مشرقی فضائی حدود کے تحفظ کے لئے فضائیہ میں چار سخوئی طیاروں کو شامل کیا ہے۔

بین الاقوامی

● تہران- ایران میں صدارتی الیکشن میں دھاندلی کے خلاف مظاہرہ کرنے والے لوگوں پر پولیس فائرنگ میں بارہ افراد ہلاک ہوگئے۔

● ڈھاکہ- بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ دیپو مونی نے کہا ہے کہ تپائی مکھ میں براک ندی پر ہندوستان کے پن بجلی پروجیکٹ کو اسی وقت منظوری دی جائے گی جب اس کی ندیوں کے بہاؤ کو نقصان نہ پہنچنے کا یقین دلایا جائے۔

● یکا تیرنبرگ- شنگھائی تعاون تنظیم (ایس سی او) کی سربراہ کانفرنس کے دوران وزیر اعظم منموہن سنگھ اور پاکستان کے صدر آصف علی زرداری کے درمیان ملاقات ہوئی۔ ۲۶رنومبر ۲۰۰۸ء کے ممبئی حملے کے سبب بات چیت بند ہونے کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان یہ پہلا اعلیٰ سطحی رابطہ تھا۔ امریکی صدر نے ملاقات کا خیر مقدم کیا ہے۔

● رام اللہ- فلسطینی صدر محمود عباس کے ترجمان نبیل ابوردنیا نے فلسطینی صدر کے حوالے سے کہا کہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو عالمی برادری سے علیحدہ کردینا چاہئے کیونکہ ان کی تقریر مشرق وسطیٰ میں امن کی کوششوں کو سبوتاژ کردے گی۔ ادھر فلسطین کے مذاکرات کار صائب ارکات نے کہا ہے کہ اسرائیلی وزیر اعظم کی تقریر میں فلسطینی ریاست کی اصطلاح گمراہ کن ہے۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ اگر عسکریت پسندی سے لڑنے کے لئے اسے بین الاقوامی امداد نہیں ملی تو طالبان ہندوستان اور خلیج فارس تک اپنا دائرہ بڑھا سکتے ہیں۔

● لندن- مہلک بیماری ایچ ون این ون سوائن فلو سے ایک برطانوی شہری کی موت کا پہلا معاملہ سامنے آیا۔

● رام اللہ- امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے کہا ہے کہ غرب اردن پر صیہونی قبضہ کے سوال پر امریکہ اور اسرائیل تصادم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ غرب اردن میں اسرائیلی بستیاں مشرق وسطیٰ میں امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے کہا ہے کہ آخری دہشت گرد کے خاتمہ تک سوات میں فوجی آپریشن جاری رہے گا۔ ادھر پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کہا ہے کہ آپریشن راہ راست ہے اور گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہے اور ہمیں اس جنگ میں باہر کے کسی مشورے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

● یروشلم- اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کے سربراہ میئر دگان نے کہا ہے کہ ایران ۲۰۱۴ء تک پہلا جوہری بم بنانے اور جوہری حملہ کرنے کا اہل ہوجائے گا، جو اسرائیل کے وجود کے لئے خطرناک ہوگا۔

● ماسکو- ہندوستانی بحریہ کے ہاتھوں پٹے پر لی جانے والی آکولا- II دوسرے زمرے کی جوہری روسی آبدوز نیرپا کا اس ماہ کے آخر میں دوبارہ تجربہ کیا جائے گا۔

● لندن- برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے کہا ہے کہ جوہری ہتھیاروں کی توسیع کے حوالے سے ایران کے ساتھ گفت وشنید کی کوششوں کو جاری رکھا جائے گا۔

● کولمبو- سری لنکا کے باغی گروپ تمل ٹائیگرز کے ترجمان نے کہا ہے کہ وہ تمل اقلیت کے لئے عبوری حکومت قائم کررہے ہیں جو بااختیار حکومت کے قیام کی کوششوں کو جاری رکھے گی۔

● لندن- برطانیہ کے وزیر اعظم گورڈن براؤن نے عراق کی آزادانہ انکوائری کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انکوائری میں شواہد پرائیویٹ طور سے سنے جائیں گے اور جنگ سے لے کر کنسٹرکشن پریڈ تک جائزہ لیا جائے گا۔ البتہ رپورٹ کی اشاعت میں انتہائی حساس معلومات کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ اس کا مقصد صرف صورتحال سے سبق سیکھنا ہوگا۔

● واشنگٹن- امریکی ایوان نمائندگان نے شمالی کوریا پر زور دیا ہے کہ وہ جنوبی کوریا کے خلاف دھمکی آمیز بیان بازی بند کرے اور دو طرفہ مذاکرات شروع کرے۔

● واشنگٹن- امریکی صدر بارک اوباما نے اٹلی کے وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد کہا کہ اٹلی نے گوانتانامو کے تین قیدیوں کو لینے پر اتفاق کرلیا ہے۔ واضح رہے کہ مسٹر اوباما نے ایک سال کے اندر قید خانہ کو بند کرنے کا اعلان کیا ہے جس کے تحت وہ قیدیوں کو دیگر ممالک منتقل کررہے ہیں۔

اپنی ملت کو اقوام مغرب پر قیاس نہ کریں

ڈاکٹر سید ظفر محمود

پچھلے ہفتے میں یوروپ کے دو ملکوں میں کچھ کانفرنسوں میں شریک رہا۔ اس دوران ان ملکوں میں مقیم ہندستانی مسلم نوجوانوں سے ملاقات اور تبادلہ خیال کا سلسلہ بھی رہا۔ ایسی ہی ایک نشست میں ایک نوجوان نے یہ سوال اٹھایا کہ ہم لوگ اپنے مذہبی نظریوں میں اتنے بے لچک کیوں ہیں۔ اس نے کہا کہ یہاں عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کے بارے میں کوئی فلم یا کارٹون بنانے کو برا نہیں سمجھتے۔ لوگ ان پر تنقید اور طنز کو گوارا کرلیتے ہیں تو آخر ہم اپنے پیغمبر کے کارٹون بنانے پر اتنے طیش میں کیوں آجاتے ہیں۔ یہاں کے اخباروں میں ان کے کچھ کارٹون بنائے جاتے ہیں تو دنیائے اسلام میں کہرام کیوں مچ جاتا ہے؟ اس کے اس سوال سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نوجوان اپنے مذہب اور اس کی خصوصیات کو ٹھیک سے سمجھتا ہی نہیں ہے، اس لئے اس کے سوال کا براہ راست جواب دینے سے پہلے میں نے خود اس سے ہی اسلام سے اس کی واقفیت کے بارے میں سوال کیا۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا کہ وہ دین کے بارے میں کوئی خاص واقفیت نہیں رکھتا ہے اور قرآن کریم کا مطالعہ کرنے یا اسے سمجھنے کی تو کبھی اس نے کوشش ہی نہیں کی۔ تاہم خوشی کی بات یہ ہوئی کہ اس نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اللہ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

یہ یورپ میں رہنے والے مسلم نوجوانوں کا ایک عام مسئلہ ہے۔ اور یوروپ میں ہی کیا خود ہمارے ملک میں، نیز مسلم اکثریت والے ملکوں میں بھی بہت سے جدید تعلیم یافتہ نوجوان ہمارے مذہبی رویوں کو اسی زاویہ سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں اور ذہنی خلجان میں مبتلا رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس ایسے لوگوں کی کمی ہے جو جدید ذہن کے ان لوگوں کے ساتھ منطقی مذاکرات کرسکتے ہوں۔ تقابل ادیان کا علم رکھنے والے ایسے لوگ بھی بہت کم ہیں جو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ان کی کتب اور نظریات کے حوالوں سے قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو کرسکتے ہوں۔ لہٰذا یہ ہماری ایک بڑی ضرورت ہے کہ محققین کی ایک ایسی جماعت تیار کریں جو انگریزی زبان میں مکالمہ کرسکتے ہوں اور دوسرے مذاہب کے اسکالرز کو بھی دلائل اور حوالوں سے اسلام کی حقانیت کا قائل کرسکیں۔

جن مسلم نوجوانوں سے میری ملاقات اور مذاکرات ہوئے میں نے پہلے تو انہیں یہی سمجھایا کہ اپنے مذہبی معاملات کے سلسلے میں دوسروں کا رویہ ہمارے لئے کوئی مثال یا دلیل نہیں بن سکتا۔ اگر مغرب کی عیسائی دنیا حضرت مسیح کی حرمت کے تئیں حساس نہیں ہے، اگر انہوں نے یہ مان لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ہجو، مذمت یا ان کا مذاق بنانا مذہب کی توہین نہیں ہے، اور اگر وہ اپنے اس رویے کو اعتدال پسندی، روشن خیالی اور تحمل سمجھتے ہیں، اگر وہ اسے جدید طرز فکر کا نتیجہ مانتے ہیں تو ضروری نہیں کہ مسلمان بھی اس موقف کو اختیار کریں۔ وہ اپنے پیغمبر کے ادب واحترام سے باز آجائیں، ان کی حرمت وتقدس کے جذبے کو اپنے دلوں سے نکال پھینکیں، چودہ سو سال سے جاری عقیدت ومحبت اور جاں نثاری کی روایت کو تج دیں۔ اپنے پیغمبر کی عزت و عظمت اور ان کی ناموس پر فدا ہونا ہمارے لئے تو خود ہمارے دین کا حصہ ہے۔ اس کے بغیر ہمارا دین ناقص ہے اور ہمارے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور صرف اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں، بلکہ آپ سے پہلے آنے والے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا اور ان کی عزت وعظمت کرنا ہم پر لازم ہے۔ میرا خیال ہے کہ دیگر تہذیبوں کے مقابلے اسلام کے اس مزاج اور خصوصیت کے فرق کو ہی سیموئل ہنٹنگٹن جیسے لوگوں نے تہذیبوں کے درمیان ٹکراؤ سے تعبیر کیا ہے۔

اسلام دنیا میں رائج دیگر تمام مذاہب اور تہذیبوں سے بالکل الگ مزاج رکھتا ہے۔ کسی بھی مذہب میں خدا سے بندے کے تعلق کو اتنی وضاحت اور پختگی سے نہیں قائم کیا گیا ہے۔ اسلام میں توحید رب یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید آدم یعنی انسانوں کی وحدت پوری طرح واضح ہے۔ اور اسلامی نظام معاشرت کا جو خاکہ ہے اسی میں آپ اس کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایک کعبہ، جس کی طرف رخ کرکے دنیا کے سارے مسلمان پانچ وقت نماز کرادا کرتے ہیں۔ ایک علاقے میں رہنے والے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہوکر عبادت کا موقع دینے کے لئے جمعہ، ایک بستی کے لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے کے لئے عیدین کا اہتمام اور پھر سب سے بڑھ کر پوری دنیا کے لوگوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کے لئے حج کا اہتمام۔ ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ہی کتاب، ضابطہ بندی کے لئے ایک شریعت، ایک محور پر جمع ہونے کے لئے آخری پیغمبر پر ایمان اور ان کا اتباع۔ یہ سارے لوازمات مسلمانوں کو وحدت کے اٹوٹ رشتے میں باندھتے ہیں اور اللہ سے ان کے تعلق کو یکساں طریقے سے جوڑتے ہیں۔ پھر اسلام میں بندہ اور رب کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کوئی سیڑھی اور زینہ نہیں بنایا گیا ہے۔ جو بندہ اللہ کی توفیق سے جتنا آگے بڑھنا چاہے محض اپنی جستجو اور اپنے ذوق وشوق سے آگے بڑھ سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی حاصل کرسکتا ہے۔ بندہ اللہ کی طرف راغب ہوتا ہے تو اللہ شفقت وعنایت کے ساتھ خود اس کی طرف چلا آتا ہے۔ درمیان میں کوئی سلسلہ اور رابطہ نہیں ہے۔ بقول شاعر:

خلوص دل سے جو سجدہ ہو اس سجدے کا کیا کہنا
جبیں تو نے جہاں رکھ دی وہیں کعبہ سرک آیا
اصل میں جذبہ دروں چاہئے۔

معیاری بات یہ ہے کہ اللہ کے حضور بندے کا سجدہ ذوق وشوق سے پر ہو۔ سجدہ کا اثر مومن کی زندگی پر اس طرح مرتب ہو کہ اس کی زندگی میں انقلاب آجائے۔ تب عبادت کا یہ معاملہ صرف نماز اور سجدہ تک ہی محدود نہیں رہتا، بلکہ اللہ کی رضا کے لئے کیا جانے والا ہر عمل اس کی عبادت بن جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات بھی اسی عبادت کا ایک حصہ ہیں۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے کیجئے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا تو روزہ بھی دوسرے مذاہب کے روزوں سے بالکل الگ ہے۔ اس کی شرائط اور پابندیاں سخت ہیں اور یہ صحیح معنوں میں اللہ کی اطاعت کی تربیت دیتا ہے۔ اسی طرح حج کی عبادت بھی دوسرے مذاہب کے روحانی اجتماعات سے بالکل ایک الگ چیز ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ویٹکن میں عیسائیوں کا جو اجتماع ہوتا ہے اس میں عقیدت مندوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ لوگ جوتے پہنے ہوئے ہیں، گرمی کی وجہ سے کپڑے اتارے ہوئے ہیں، عورتوں کے جسم عریاں نظر آرہے ہیں۔ اسی حالت میں لوگ ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مشغول ہیں، جبکہ وہیں پر پوپ صاحب کی تقریر ہورہی ہے۔ اس منظر نامہ کا مقابلہ ذرا حج کے روح پرور اجتماع سے کیجئے۔ باادب، باملاحظہ، ہوشیار۔ آنکھیں نم اور اشک بار، دل حب الٰہی اور حب رسول کے جذبات سے سرشار۔ مغفرت کے لئے التجائیں، خیر وعافیت کے لئے دعائیں اور حاضری کو قبول فرمانے کی فریادیں۔ اللہ اللہ کیا منظر ہے۔

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ایک قیمتی اور کارآمد شے سمجھیں۔ اپنے وقت کا بہترین استعمال کریں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنا ہر منٹ ساٹھ کارآمد سیکنڈوں سے اس طرح بھردے کہ انسانیت کے کام آئے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اس دنیا میں خود کو اچھے کاموں میں سرگرم رکھنا بہت ضروری ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ زندگی صرف امتحان ہال میں تین گھنٹے بیٹھنے کی مانند ہے۔ نتیجہ بعد میں نکلنا ہے، جب آگے کی زندگی طے ہوگی کہ کس سمت میں جانا ہے۔

اس طرز حیات کی روحانیت کو آپ کسی دوسرے مذہب سے ملائیے۔ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خدا اور پیغمبر اور بنیادی مذہبی اصولوں کی اہمیت دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ذہن میں کم کیوں ہے۔ اگر ایک جملہ میں بیان کرنا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ خدا، پیغمبر اور مذہبی اصولوں سے لگاؤ کی کیفیت کا زبردست فرق ہے، اسلام میں بمقابلہ دیگر مذاہب کے۔ چنانچہ یہی جواب ہے مغرب میں رہنے والے اس مسلم نوجوان ذہن کے لئے جو یہ پوچھتا ہے کہ مسلمان مذہبی معاملوں میں اتنے حساس کیوں ہیں۔

●●

دوروزہ اسلامی سمر کلاس

نانپاڑہ- ایس آئی او یونٹ نانپاڑہ کی جانب سے ۳۰/اور ۳۱رمئی کو جنتا انٹر کالج میں دوروزہ سمر کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں اسلام کے متعلق مختلف موضوعات جیسے توحید، رسالت، آخرت، بنیادی عقیدہ، اسلام میں عبادات، قرآن کا تعارف وغیرہ پر تقریریں ہوئیں جن میں برادر عبداللہ صاحب، راشد یار بیگ صاحب، عابد علی صاحب، سعید احمد صاحب اور دیگر نے حصہ لیا۔

شیخ فتحی یکن انتقال کرگئے

لاہور- ۱۵رجون ۲۰۰۹ء تحریک اسلامی لبنان کے مرکزی رہنما شیخ فتحی یکن انتقال کرگئے۔ مرحوم ۳۵ سے زائد کتابوں کے مؤلف تھے۔ وہ جماعت کے اسلامی لبنان کے سربراہ اور پارلیمانی لیڈر بھی رہ چکے تھے۔ ۷۶ سالہ فتحی یکن کو لبنان کے شہر طرابلس میں دفن کیا گیا ہے۔ ان کے جنازے میں لبنان، شام اور اردن کی متعدد دینی، سیاسی اور سرکاری شخصیات نے شرکت کی۔

امریکہ سے ایک مراسلہ

جیلانی مرحوم سے تعلق خاطر تھا

دعوت (۷رجون) میں ڈاکٹر ظفر اقدس جیلانی کی رحلت کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے نیک اعمال اور دینی خدمات کے لئے انہیں بہترین اجر دے اور مغفرت فرما کر جنت نصیب فرمائے۔ میں مرحوم جیلانی صاحب کو ۱۹۵۰ء سے جانتا تھا جب وہ مرکزی درس گاہ میں اپنے چھوٹے بھائی کو داخل کرانے کی غرض سے رام پور آئے تھے۔ میرے والد مرحوم افضل حسین صاحب (سابق قیم جماعت اسلامی ہند) ۱۹۸۴ء میں جب بغرض علاج امریکہ آنے لگے تو مرحوم جیلانی صاحب نے انہیں نہایت مفید طبی مشورے دئے تھے۔

(پروفیسر) عمر افضل

دعائے مغفرت

میرٹھ- میری والدہ محترمہ اتوار ۱۴رجون کو انتقال کرگئیں۔ عمر ۸۵ سال تھی۔

زکاء اللہ خاں

رکن جماعت میدپور، میرٹھ

مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

بقیہ: ایران کے آئینی ادارے اور طاقت کا توازن

کئے اور اعتدال اور ترقی پسند اخبارات پر پابندی لگا کر کٹر مذہبی عناصر کی پشت پناہی کی۔

مجلس (پارلیمان)

پارلیمان یا مجلس بظاہر اعلیٰ ترین قانون ساز ادارہ ہے۔ اس کے ۲۹۶ ارکان چار برس کے لئے براہ راست منتخب ہوکر آتے ہیں۔ مجلس قانون سازی کے ساتھ ساتھ صدر اور وزراء کے مواخذے کا اختیار بھی رکھتی ہے۔ تاہم خود مجلس کے ارکان شورائے نگہبان کی منظوری کے بغیر انتخاب میں شرکت نہیں کرسکتے۔ جب کہ مجلس کے بنائے ہوئے قوانین شورائے نگہبان کی منظوری کے بغیر غیر موثر رہتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں مجلس میں تبدیلی کے حامی ارکان کی اکثریت ہوگئی تھی۔ لیکن ۲۰۰۴ء میں ان کی بساط لپیٹ دی گئی اور شورائے نگہبان نے بہت سے اصلاح پسند ارکان کے انتخابات میں دوبارہ شرکت پر پابندی لگادی۔

صدر: اور آخر میں رائے دہندگان کے ووٹ سے براہ راست منتخب ہونے والے صدر کا عہدہ آئین کے مطابق بظاہر رہبر اعلیٰ کے بعد دوسرا بااختیار اور طاقتور عہدہ ہے جو تمام حکومتی امور کا سربراہ ہے۔ تاہم صدارتی امیدوار رہبر اعلیٰ اور شورائے نگہبان کی توثیق کے بغیر امیدواری کی سند حاصل نہیں کرسکتا۔ عملاً صدر کے خارجہ، ملکی اور سیکورٹی پالیسی ترتیب دینے اور قانون سازی کے زیادہ تر اختیارات اور طاقت کے اصل منبع رہبر اعلیٰ اور شورائے نگہبان استعمال کرتے ہیں اور طاقت کا توازن براہ راست منتخب ہونے والے عوامی نمائندوں کی بجائے نامزد اداروں کے حق میں ہے۔

میاں طفیل محمد کی حالت بہتر ہے

لاہور- سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد برین ہیمرج کی وجہ سے شیخ زائد ہسپتال کے انتہائی نگہداشت وارڈ میں زیر علاج ہیں۔ ڈاکٹروں نے میاں صاحب کی حالت کے پیش نظر ان سے تمام ملاقاتوں پر پابندی لگادی ہے۔ جماعت اسلامی پاکستان کی ویب سائٹ پر دی جانے والی ایک خبر کے مطابق اب ان کی حالت بہتر ہے۔ دریں اثنا اندرونی اور بیرون ملک سے ان کے بیٹوں اور جماعت اسلامی پاکستان کے قائدین اور منصورہ ایکسچینج میں ان کی خیریت معلوم کرنے والوں کی کالیں موصول ہورہی ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان کے رہنماؤں اور میاں صاحب کے اہل خانہ نے ان کی جلد صحت یابی کی دعا کی درخواست کی ہے۔

آل انڈیا ملی کونسل کی نشست کا انعقاد

نئی دہلی- آل انڈیا ملی کونسل کے زیر اہتمام آئی او ایس کے کانفرنس ہال میں دہلی اسٹیٹ کے متفرق مسائل ومشکلات اور حل طلب امور کے لئے ۱۴رجون کو ایک نشست کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت جنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کی۔ اس سے قبل گزشتہ ۲۹رمئی کو ملی کونسل کا ایک بڑا وفد وزیر اعلیٰ شیلا دکشت سے ملا تھا اور دہلی کی سطح پر حل طلب عوامی مسائل بالخصوص مسلمانوں کے بعض اہم ترین ایشوز سے انہیں باخبر کرتے ہوئے اُن کے حل کی جانب پرزور توجہ دلائی گئی تھی۔ اسی ضمن میں دہلی کے مختلف حلقوں کی نمائندہ فعال وذی صلاحیت شخصیات کو جن میں مسلم نوجوان، خواتین اور دلتوں کے مسائل پر کام کرنے میں دلچسپی رکھتی ہیں، انہیں دہلی کی سطح پر اپنے منشور مطالبات کی عملی تنفیذ کے لئے باہمی تبادلہ خیال کرنے نیز اس بارے میں لائحہ عمل بنانے کی کھلی دعوت دی گئی تھی۔

نشست میں یہ طے کیا گیا کہ ہم اپنے حل طلب مسائل کی فہرست کا مختلف جہتوں سے تجزیہ کرتے ہوئے مختلف شعبہ جات کے لئے ڈیمانڈ نوٹس تیار کریں اور حکومت پر دباؤ بنانے کی سمت اقدامات اور یقین دہانیاں حاصل کرنے کے لئے ماحول سازی کریں اس کے لئے ایک اہم کور گروپ ''انسان دوست کمیٹی'' کے نام سے قائم کیا گیا۔

اطہر حسین عمری مدنی، جامعہ دارالسلام، سخت علیل

بنگلور- سکریٹری دعوت ٹرسٹ جناب رفیق احمد کے ایک قریبی عزیز جناب اطہر حسین عمری مدنی سخت علیل ہیں اور بنگلور کے ایک شفاخانے میں زیر علاج ہیں، جناب رفیق احمد نے بذریعہ فیکس اس کی اطلاع دی ہے۔ ان کی اطلاع کے مطابق وہ ۳۱رمئی کو امیر جماعت اور دیگر ذمہ داروں سے ملاقات کے بعد جب گھر (ارے ہلی ضلع ہاسن) پہنچے تو اچانک طبیعت بگڑنے لگی، یادداشت متاثر ہونے لگی اور ہاتھ پیروں میں بھی کمزوری محسوس ہونے لگی۔ انہیں فوراً بنگلور لایا گیا اور ڈاکٹروں سے رجوع کرنے پر پتہ چلا کہ دماغ میں بڑا ٹیومر (رسولی) ہے ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا لیکن اس میں تاخیر کی وجہ سے ان حالت بگڑتی گئی یہاں تک کہ قوت گویائی جاتی رہی۔ اب آپریشن کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ۱۶رجون کی صبح آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔ آپریشن کی کامیابی اور جلد صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

لوک سبھا الیکشن ۲۰۰۹ء میں آسام یوڈی ایف کی کارکردگی

حلقہ	امیدوار	حاصل ووٹ	حاصل مقام
(۱) بارپیٹا	عبدالصمد احمد	216083	III
(۲) دھبری	بدرالدین اجمل	540820	I
(۳) گوہاٹی	سونابر علی	73316	III
(۴) کلیاپور	سراج الدین اجمل	198983	III
(۵) کریم گنج	راجیش مل	251797	II
(۶) منگل ڈوئی	بدیع الزماں	180430	III
(۷) لوگانگ	سراج الدین اجمل	245155	III
(۸) سلچر	بدرالدین اجمل	202062	II
(۹) تیج پور	ڈیپا اورانگ	46255	III

☆ آسام میں کل سیٹیں ۱۴

☆ آسام یوڈی ایف کی شرکت ۹

☆ جیت: ۱، دو پر دوسری پوزیشن اور چھ سیٹوں پر تیسرے مقام پر ہے

☆ مختلف سیاسی پارٹیوں کا ووٹ فیصد کانگریس 33.91، حاصل سیٹ 7، بی جے پی 17.22 فیصد حاصل سیٹ 6، اے یو ڈی ایف 17.10 فیصد حاصل سیٹ 1، اے بی پی 12.60 فیصد حاصل سیٹ 1۔

☆ ۲۰۰۶ء کے اسمبلی انتخابات میں AUDF کو 9.7 فیصد ووٹ ملے اور 10 سیٹیں حاصل ہوئیں

☆ ۲۰۰۸ء بلدیاتی انتخاب میں AUDF کو 14.54 فیصد ووٹ ملے اور 48 نمائندے جیت کر آئے۔

☆ ۲۰۰۹ء کے عام انتخابات میں AUDF کو 17.10 فیصد ووٹ حاصل ہوئے اور صرف ایک پارلیمانی سیٹ حاصل ہوسکی۔

تبلیغی جماعت کے افراد کو ہراساں کرنے کی مذمت

دہلی- آل انڈیا جماعت سیفیہ کی جانب سے جاری پریس ریلیز میں موجی خاں سیفی، صدر آل انڈیا جماعت سیفیہ نے کہا ہے کہ میرٹھ میں تبلیغی جماعت کے لوگوں سے شرپسند وغنڈہ عناصر نے جس طرح چھیڑ چھاڑ کی اور پھر پورے ماحول کو خراب کرکے اشتعال انگیزی کی گئی، وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ صدر جماعت سیفیہ نے حکومت اترپردیش سے میرٹھ کی صورت حال پر قابو پانے، اصل مجرم اور سماج دشمن عناصر کو گرفتار کرنے اور دونوں فرقوں کے درمیان بڑی شدومد سے منافرت پھیلانے کی کوششوں کے پس پشت فسطائی گروپ کی خبر لینے اور ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے پر زور دیا ہے۔ موجی خاں نے اپنے بیان میں آگے کہا کہ میرٹھ میں ادھر چند سالوں سے امن وامان کی جو فضا بنی تھی وہ شرپسندوں کو کسی طرح برداشت نہیں ہورہی ہے، چنانچہ مختلف حیلوں سے انہوں نے دونوں فرقوں کے درمیان نفرت کی چنگاری پھیلانے کی ممکنہ کوششیں کی ہیں۔

آل انڈیا جماعت سیفیہ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں کے مالی نقصانات ہوئے ہیں ان کی تلافی کی جائے جو لوگ زخمی ہیں، ان کا بروقت علاج کرایا جائے نیز جو لوگ بے قصور گرفتار کئے گئے ہیں، انہیں رہا کیا جائے۔

انہوں نے میرٹھ کے عوام سے بالعموم اور مسلمانوں سے بالخصوص امن وامان کے قیام کے لئے ہر سطح پر جدوجہد کرنے کی اپیل کی ہے اور انتظامی مشنری سے مطالبہ کیا ہے کہ فرقہ وارانہ عفریت پر اگر جلد قابو نہ پایا گیا تو پوری ریاست ایک بار پھر بدامنی وتشدد کی آگ کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔

کیا امریکہ اپنی روش تبدیل کر سکے گا؟

ڈاکٹر سید عبدالباری

صدر اوباما نے قاہرہ یونیورسٹی میں عالم اسلام کو بڑا اُمید افزا پیغام دیا کہ دُنیا کے مذاہب میں اسلام ایک باوقار اور امن پسند مذہب ہے۔ انہوں نے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اسلام انسانیت کے احترام اور اخوت وبھائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے۔ انہوں نے اسلامی دنیا میں امریکہ کی تصویر کو جو بے حد خراب ہوچکی ہے بہتر بنانے کی کوشش کی بات کی۔ انہوں نے فلسطینیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ذکر کیا اور ان کی ایک آزاد ریاست کی حمایت کی۔ انہوں نے عراق سے ۲۰۱۲ء تک امریکی افواج کے مکمل انخلاء کا وعدہ کیا اور افغانستان سے جہاں وہ حال میں مزید فوجیں بھیج چکے ہیں واپس چلے جانے کی بات کہی۔ مسٹر اوباما کا لب ولہجہ، ان کی صورت شکل ان کا خاندانی پس منظر ایسا ہے کہ ان پر اعتبار کرنے کو جی آمادہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیش رو جارج بش سے مکمل طور پر مختلف ہیں جن کے چہرے سے غیظ وغضب اور رعونت وطاقت کے غرور کی چنگاریاں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں۔ چنانچہ مسٹر اوباما کی مجبوریوں اور دشواریوں کے باوجود سننے والوں کے اندر ذوق وشوق اور ہمدردی ومحبت اور خیر سگالی وانسان دوستی کی لہریں اٹھنے لگیں اور قاہرہ میں دوران تقریر انہوں نے بار بار تالیاں بجائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی مغرب سے خفگی کے لئے ماضی میں نوآبادیاتی نظام، استعماری مزاج اور سرد جنگ کے زمانے میں ان کے طرز عمل کو ذمہ دار قرار دیا۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور امریکہ کے درمیان بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ ان کے درمیان تمام انسانوں کے لئے انصاف اور ترقی، رواداری اور عزت نفس کے اصول مشترک ہیں۔ انہیں اس کا اعتراف تھا کہ ایک تقریر سے برسوں کی بداعتمادی ختم نہیں ہوسکتی نہ تبدیلی راتوں رات آسکتی ہے۔ انہوں نے قرآن کا حوالہ دیا کہ اللہ کو حاضر وناظر جانو اور سچ بولو اور اسے اپنی ذمہ داری قرار دیا کہ اسلام کے بارے میں جہاں کہیں گھسے پٹے اور منفی خیالات پائے جاتے ہوں ان کے خلاف جنگ کروں۔ انہوں نے اپنے ماضی کے اوراق الٹتے ہوئے اسلام سے اپنے دیرینہ رشتہ کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے شکاگو کی بستیوں میں کام کیا ہے جہاں انہوں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اپنے اسلامی دین میں تزکیہ نفس اور امن وآشتی کی دولت ملتی ہے۔ انہوں نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا حوالہ دیا کہ مغرب کے لئے مسلمان ملکوں کی ایجاد واختراع کی تحریک ہی نے روشن خیالی کی راہ ہموار کی۔ مسٹر اوباما نے قدیم اسلامی عہد کے حکماء وسائنس دانوں کی ایجاد واختراع کا ذکر کیا جن کی بدولت الجبراء کے اصول وقاعدے دریافت ہوئے، مقناطیسی کمپاس اور بحری جہازرانی کے آلات ملے، مختلف قسم کے قلم اور طباعت پر عبور حاصل ہوا، ہمیں پتہ چلا کہ بیماری کیسے پھیلتی ہے اور اس کا علاج کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی ثقافت نے ہمیں محرابیں اور آسمان سے باتیں کرنے والے مینار دیئے۔ ہمیں لازوال شاعری دی، خوبصورت خطاطی دی اور عبادت وغور وخوض کے پرسکون مقامات دیئے۔ غرض اُوباما نے اسلامی تہذیب کے کچھ روشن پہلوؤں کا بڑے اخلاص کے ساتھ اپنی تقریر میں ذکر کیا۔ پھر انہوں نے امریکہ میں اسلام کی آمد، ۱۲ سو مساجد، نقاب پہننے کی آزادی کا ذکر کیا اور اسلام کو امریکہ کا حصہ قرار دیا۔ انہوں نے مخلوط ومشترک معاشرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس میں نسل، مذہب اور زندگی کے انداز خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہم سب کی امنگیں، آرزوئیں مشترک ہیں، آزادی وسلامتی کے ساتھ زندگی گزارنا، تعلیم حاصل کرنا، عزت ووقار کے ساتھ کام کرنا، اپنے گھرانوں اپنی بستیوں اور اپنے خدا سے محبت کرنا ہم سب میں مشترک ہیں۔

مسٹر اوباما نے دنیا کے لئے سب سے بڑا چیلنج انتہا پسندی اور تشدد کو قرار دیا۔ بے قصور انسانوں، بچوں اور عورتوں کا قتل ہم سب کے اجتماعی ضمیر پر کلنک ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بوسنیا اور دار فر کا حوالہ دیا حالانکہ خود امریکہ نے روئے ارض پر جس قدر بے قصور انسانوں کا خون بہایا ہے اس کا اعتراف کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ انہوں نے جب متشدد انتہا پسندوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا عزم ظاہر کیا وہاں انہیں یہ خیال نہ آیا کہ تشدد اور انتہا پسندی پر کوئی انسانی گروہ کیوں مجبور ہوتا ہے جن ملکوں کی آزادی کو امریکی فوجوں نے سلب کیا ہے آخر وہ برسرپیکار کیوں نہ ہوں۔ مگر مسٹر اوباما نے اپنی اس خواہش کا ضرور اظہار کیا کہ عراق اور افغانستان سے امریکی فوجوں کو چلا جانا چاہئے۔ مسٹر اوباما نے ۸ سال قبل ۹ ستمبر کے امریکی ٹاور کے انہدام کا حوالہ دیا اور ان کے خیال میں طالبان والقاعدہ پر اس کے انتقام میں حملہ کرنا ضروری تھا۔ موصوف نے بڑی سادگی سے اس یہودی سازش اور بہت کچھ رازہائے سربستہ کو چھپانے اور سارا الزام ہزاروں میل دور طالبان کے سرمنڈھنے کے اندوہناک کوششوں کو جائز اور مبنی برحق قرار دیا جس کو بہانا بنا کر امریکہ نے دو ملکوں کے ہزاروں بلکہ لاکھوں عوام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بے شک انتہا پسندی بے حد خراب بات ہے لیکن اس ضمن میں القاعدہ وطالبان کے ساتھ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اور انتہا پسند اسرائیل کا موصوف نے کوئی حوالہ نہیں دیا البتہ جرمنی میں ان کے ساتھ ہٹلر نے جو مبینہ زیادتیاں کیں ان کا ضرور ذکر کیا۔ فلسطینیوں پر غزہ میں چند ماہ قبل اسرائیل کی حیوانی یلغار اوباما کے ذہن میں نہ تھی شاید اس پر خاموشی اختیار کرنا امریکی صدر کی مجبوری تھی۔ وہ اپنی ساری نیک نیتی کے باوجود یہودیوں کے معاملہ میں ایک نرم گوشہ رکھنے کے پابند تھے۔ یہ امریکہ کی ایک دکھتی ہوئی رگ ہے اور یہاں وہ کوئی بات کہنے سننے کو تیار نہیں مگر اوباما نے اپنی تقریر میں فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے کے ارادے کا اظہار کیا۔ فلسطین کی ایک آزاد اسٹیٹ کے قیام کی تائید کی۔ اسرائیل کی ناجائز تعمیرات کو روکنے کی ضرورت کا اظہار کیا مگر بقول ایڈیٹر ہندو (۶ رجون ۲۰۰۹ء) اسلام کے بارے میں اچھے جذبات کا اظہار اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وعصبیت کی مذمت شاید ایک امریکی لیڈر کے لئے کافی آسان کام ہے۔ البتہ جو چیز مشکل ہے وہ یہ ہے کہ واشنگٹن سے اس ریاست کے سلسلہ میں غیر معمولی لگاؤ کو کم کیا جائے جو کھلے عام بین الاقوامی قوانین، انصاف کے مبادیات اور امن پسندی کے کردار کے سلسلے میں اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا۔ مسٹر اوباما امریکہ کے ایک مقبول عام رہنما ہیں، جنہیں امریکہ کے سفید فام عوام کی اکثریت نے کرسی اقتدار تک پہنچایا ہے۔ وہ اگر بین الاقوامی صورت حال اور عالم اسلام کے پہلو میں سب سے خطرناک خنجر یعنی اسرائیل کو قابو میں نہیں کرتے تو شاید مشرق وسطی میں ان کی خیرسگالی کا خواب بکھر جائے گا۔ امریکہ بارہا فلسطینیوں کے جائز مطالبات کی حمایت کرچکا ہے اور اسرائیل اسے کھلے عام پیروں تلے روند چکا ہے۔ مگر اس وقت اسرائیل کو ایک ایسے امریکی صدر سے معاملہ درپیش ہے جو سنجیدگی سے دنیائے اسلام سے اچھے تعلقات کا خواہاں ہے اور آثار یہ ہیں کہ وہ اب دنیا کے کسی خطہ میں جنگ کو پسند نہیں کرتا ہے اور جہاں امریکی فوجیں الجھی ہوئی ہیں وہاں سے اپنا دامن چھڑانا چاہتا ہے۔ ترکی کے صدر عبداللہ گل نے انقرہ میں ان کے خطاب کو سامنے رکھ کر یہ رائے ظاہر کی کہ اوباما ایک حقیقت پسند، مخلص اور نیک انسان نظر آتے ہیں۔ اسرائیل میں ابھی سے اوباما کے موجودہ اقدامات سے وحشت کا عالم طاری ہے۔ تقریباً نصف اسرائیلی مسٹر اوباما پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ عربوں کے مفادات کو یہودیوں پر فوقیت دے رہے ہیں لیکن اسرائیل میں ایک اچھی خاص تعداد ہے جو مستقل جنگ کی خوفناک صورتحال سے نکلنا چاہتی ہے۔ اُوباما کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ یہودی کالم نگار گیڈین لیوی روزنامہ ہاریز (Haretz) میں لکھتا ہے کہ صدر اُباما نے سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ قدم اٹھایا ہے اور اسرائیلیوں کے جرمنوں کے ہاتھوں قتل عام (ہولوکاسٹ) کے ساتھ نقبہ (اسرائیلیوں کے ہاتھوں یہودی ریاست کے قیام کے وقت فلسطینیوں کے قتل عام) کا ذکر کرکے عربوں، امریکیوں، اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان توازن قائم رکھا ہے۔ مسٹر اوباما نے قدیم اسرائیل نواز پالیسی سے ہٹتے ہوئے صاف صاف قاہرہ میں اعلان کیا۔ ’’اسرائیل کو بہرصورت ان معاہدوں کی پاس داری کرنی ہوگی جن کے تحت فلسطینی جی سکیں، کام کرسکیں اور اپنا معاشرہ تعمیر کرسکیں۔‘‘ مسٹر اُوباما نے جس طرح اس بات کو غلط قرار دیا کہ اسرائیل کو سمندر میں دھکیل دینا چاہئے اسی طرح اس کی بھی مذمت کی کہ اسرائیل فلسطینیوں کی زمین پر نئی بستیاں تعمیر کرتا جائے۔ انہوں نے غزہ کے انسانی بحران کا بھی ذکر کیا کہ کس طرح اسرائیل نے ان لوگوں کو زندگی کے بنیادی وسائل سے محروم کررکھا ہے۔

مسٹر اوباما نے اس حقیقت کا صاف الفاظ میں اظہار کیا کہ انسان کی یہ بنیادی ضرورت ہے کہ اسے اپنی رائے کا اظہار کرنے اور اپنا نظام حکومت منتخب کرنے کی آزادی ہو۔ قانون کی بالادستی ہو، انصاف کا یکساں اطلاق ہو ایک ایسی حکومت ہو جو شفاف ہو اور لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ نہ ڈالے اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو۔ لیکن مسٹر اوباما اس معاملہ میں امریکہ کے سیاہ ماضی سے کیسے دامن کش ہوسکیں گے جس نے مشرق وسطی میں بے شمار کٹھ پتلی حکمرانوں کی جمہوریت کے نام پر پرورش کی ہے۔ مسٹر اوباما خود جس ملک میں خطاب کررہے تھے اس کے صدر کا انسانی حقوق کی حفاظت کے معاملہ میں نہایت خراب ریکارڈ رہا ہے اس نے جمہوریت کو بچوں کا کھیل یا ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھ کا کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہی حال ایشیا وافریقہ کے درجنوں مسلم ممالک کا ہے جہاں عوام کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے اور وہ اپنے ڈکٹیٹروں کے مہرے بن کر رہ گئے ہیں۔ لیکن مسٹر اوباما نے جس صحت مند پہل کا مظاہرہ کیا ہے اس سے توقع ہے کہ امریکہ کی بھی روش جمہوریت آزادی اور انسانی حقوق کے معاملہ میں کافی تبدیل ہوگی اور اس کے زیر دامن پرورش پانے والے ڈکٹیٹروں جابر اور عوام دشمن حکمرانوں کا انداز بھی بدلے گا اور شاید دنیا میں امن وامان، خیرسگالی اور انسان دوستی کے ایک صحت مند دور کا آغاز ہوسکے۔ ●●

تاریخ کی سب سے بڑی جنگی مشقیں

میاں علی رضا

یہ مسلسل تیسرا سال ہے کہ اسرائیل فوجی مشقیں کر رہا ہے جس کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ یہ دفاعی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ ادھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ دفاعی حکمت عملی کا حصہ ہے تو پھر اتنی بڑی نوعیت کی مشقیں کرنے کا جواز کیا ہے؟ اور پھر اسرائیل کے ساتھ امریکہ یا اس کے مغربی اتحادیوں کی کسی بھی فوج نے حصہ نہیں لیا کیوں؟

ٹائمز آف لندن کی رپورٹ کے مطابق وزارت دفاع کے ترجمان نے کہا ہے کہ ترجمہ: ’’اسرائیل یہ جاننا چاہتا ہے کہ اگر اس کی فوج کو حکومت کی جانب سے حملے کا گرین سگنل دیا جاتا ہے تو یہ دنوں میں نہیں بلکہ گھنٹوں میں ایران پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اس سلسلے میں مکمل تیاری ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے آخری مراحل تک پہنچ چکی ہے۔ یہ پیغام ایران کے لیے ہے کہ دھمکی صرف لفظوں میں نہیں ہے۔‘‘

اسرائیل دور حاضر کی واحد ریاست ہے جس کو کوئی بھی مذموم کارروائی کرنے پر کسی بھی ملک یا یونین کی طرف سے تنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑتا بلکہ جب کوئی بھی ملک خاص طور پر یورپ یا امریکہ کسی ملک پر پابندیاں عائد کرتا ہے یا پھر سنگین نتائج کی دھمکی دیتا ہے وہ درحقیقت اسرائیل کی جانب سے ہوتی ہے یعنی امریکہ اور یورپ اسرائیل کی زبان بول رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے آج تک امریکہ کے ایران کے ساتھ تعلقات خوشگوار نہیں ہوسکے کیونکہ اسرائیل ایران اور پورے عرب کو اپنا دشمن سمجھتا ہے جس کی وجہ سے آئے دن اسرائیلی حکومت اور امریکی انتظامیہ کی طرف سے نت نئے الزامات کا چرچا ہوتا رہتا ہے۔ امریکہ کا عراق پر اس صدی کے سب سے بڑے جھوٹ کی بنا پر حملہ بھی اسرائیل کا ہی کارنامہ ہے۔ عراق پر حملے کے لیے ممکنہ معلومات اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد نے ہی سی آئی اے کو فراہم کی تھیں۔ جس پر امریکہ نے حکم بجالاتے ہوئے حملہ کیا اور اب اس حملے پر پچھتاوے کا اظہار بھی کرتا رہتا ہے۔ اسرائیل نے وقتاً فوقتاً امریکہ کو ایران پر حملے کے لئے بھی اکسایا مگر ایران کا اتحادی بلاک امریکہ کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ تھا کیونکہ ایران کے روس اور چین کے ساتھ براہ راست تعلقات ہیں اور دوسری طرف ایران نے اپنے آپ کو دفاعی اعتبار سے بھی کافی مستحکم کرلیا ہے جس کی وجہ سے امریکہ نے ایران پر حملے سے گریز کیا اور اب تو امریکہ ایران کے ساتھ خوشگوار تعلقات چاہتا ہے، جس کا اظہار اوباما کئی دفعہ کرچکے ہیں۔ امریکہ عالم اسلام کے خلاف اسرائیل کا سب سے کارآمد ہتھیار ثابت ہوا ہے مگر ایران کے معاملے میں امریکہ نے اسرائیل کو کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا بلکہ ایران کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کرنے پر زور دیا ہے جس پر اسرائیل امریکہ سے ناراض ہے اور خود ایران پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ گزشتہ دنوں اسرائیل نے تاریخ کی سب سے بڑی جنگی مشقیں کیں جن کا مقصد صرف وصرف ایران کو ڈرانا ہے۔ کچھ تجزیہ نگار تو ان مشقوں کو ایران پر ممکنہ حملے کی تیاری سے جوڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی میڈیا کی رپورٹوں کے مطابق اسرائیل کی جانب سے بڑے پیمانے پر فوجی مشقوں کے بارے میں یہ خیال کیا جارہا ہے کہ اسرائیل ممکنہ طور پر ایران پر حملے کی تیاریاں کررہا ہے۔ پانچ روزہ فوجی مشقوں کا مقصد غزہ اور لبنان سے راکٹ حملوں اور ایران وشام کی جانب سے ممکنہ حملے سے نمٹنے کے لیے فوج کو تیار کرنا ہے۔ اسرائیلی وزارت دفاع کے ترجمان کے مطابق فوجی مشقوں کا مقصد اسرائیل کو کسی بھی قسم کے ممکنہ حملوں سے محفوظ بنانا ہے۔ ان مشقوں کو ’’ٹرننگ پوائنٹ تھری‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ جن کے دوران آبادی والے علاقوں پر کیمیائی حیاتیاتی حملوں سے بچاؤ کی تیاری بھی کرنا ہے جبکہ اس سلسلے میں اسرائیلی کابینہ کے متعدد ہنگامی اجلاس بھی بلوائے گئے۔ یہ مسلسل تیسرا سال ہے کہ اسرائیل فوجی مشقیں کررہا ہے جس کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ یہ دفاعی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ ادھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ دفاعی حکمت عملی کا حصہ ہے تو پھر اتنی بڑی نوعیت کی مشقیں کرنے کا جواز کیا ہے؟ اور پھر اسرائیل کے ساتھ امریکہ یا اس کے مغربی اتحادیوں کی کسی بھی فوج نے حصہ نہیں لیا کیوں؟

نیویارک میں ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے اسرائیلی وزیر دفاع ایہود باراک نے کہا ہے کہ ایران پر فوجی حملے کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ واشنگٹن میں اوباما انتظامیہ سے ملاقات کے دوران بھی انہوں نے کہا کہ ایران کو جوہری پروگرام سے باز رکھنے کے لیے تمام آپشنز پر غور کیا جارہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہی نکل سکتا ہے کہ اسرائیلی وزیر دفاع امریکہ کو صرف یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایران پر حملہ ناگزیر ہے۔ اگر امریکہ براہ راست اسرائیل کو امداد فراہم نہیں بھی کرتا تب بھی اسرائیل ایران پر حملہ کرے گا۔ دوسری طرف ایران نے بھی اسرائیل کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرلی ہیں۔ اسرائیل کا حملہ پورے علاقے میں ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کو جنم دے سکتا ہے۔ اسرائیل کو خطے میں سب سے زیادہ ایران سے خطرہ ہے کیونکہ عالمی منظر نامے پر ایران کو ایک خاص قسم کی حیثیت حاصل ہے جو کہ خطے میں بالادستی حاصل کرنے کے لیے اسرائیل کے لئے رکاوٹ ہے۔ انٹرنیشنل نیوز میگزین ’’The Cutting Edge‘‘ کی ایک رپورٹ کے مطابق اسرائیل ایران کے ایک درجن سے زائد مقامات پر حملے کی تیاری کرچکا ہے ’’ٹائمز آف لندن‘‘ کو انٹرویو دیتے ہوئے اسرائیلی وزارت دفاع کے ترجمان نے کہا ہے کہ ’’اسرائیل ایران کے ایک درجن مقامات پر ایک گھنٹے میں حملے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے‘‘ جب کہ اسرائیلی افواج اب صرف اسرائیلی وزیر اعظم ’’نیتن یاہو‘‘ کے حکم کے انتظار میں ہیں باقی تیاریاں مکمل ہیں۔ اس سے پہلے ۱۵ رجون ۲۰۰۹ء کو بھی اسرائیلی صدر ’’شمعون پریز‘‘ نے بھی کہا تھا کہ ’’اگر سفارتی تعلقات بحال نہیں ہوتے تو ہم پھر (ایران پر) حملہ کریں گے۔‘‘ دفاعی ترجمان کا یہ بیان اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اسرائیل کے مذموم مقاصد کی راہ میں ایران سب سے بڑی رکاوٹ ہے جس کو وہ کسی صورت بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ ان حالات میں عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق اسرائیل کسی وقت بھی حملے والی بے وقوفی کرسکتا ہے جس کا خمیازہ اسے سنگین نتائج کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ دوسری طرف ایران نے بھی دفاعی اعتبار سے تیاریاں کررکھی ہیں جس کا اندازہ ایران کے صدر احمدی نژاد کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔

ترجمہ: ’’اس کا ملک (ایران) دنیا کا مضبوط ترین ملک ہے جو کسی بھی (ملک) سے پسپا ہوسکتا ہے۔‘‘ ایران نے اسرائیل کے ممکنہ فضائی حملے کے بچاؤ کی بھی بھرپور تیاری کررکھی ہے۔ انٹیلی جنس کی رپورٹ کے مطابق ایران کے پاس ایسے میزائل ہیں جن سے وہ پورے اسرائیل کو تباہ کرسکتے ہیں جن کا مظاہرہ اس نے سکیورٹی وجوہ کی بنا پر تہران میں نہیں کیا۔

اسرائیل کے دفاعی ترجمان کے مطابق ’’اسرائیل کی جنگی مشقوں کا مقصد یہ ہے کہ ایرانی میزائل بغیر اطلاع کے اسرائیل کے کسی بھی شہر پر گرسکتے ہیں اور ہم اسرائیلی عوام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنگ کسی بھی وقت حتی کہ کل بھی شروع ہوسکتی ہے۔‘‘ "The Cutting Edge" نیوز میگزین کی رپورٹس کے مطابق اسرائیل نے ایران کے تین بڑے شہروں نتانز، اصفہان اور اراک ہے اور اراک میں بھاری پانی بنانے کے بعد اسے پلاٹونیم میں تبدیل کرنے کا ری ایکٹر کام کررہا ہے۔ دفاعی تجزیہ نگاروں کے مطابق سوڈان کے قافلے پر اسرائیلی فضائی حملہ بھی انہی جنگی مشقوں کا حصہ تھا تاکہ یہ پتہ کیا جاسکے کہ اسرائیلی فضائیہ چلتے کارواں پر بھی کامیاب حملہ کرسکتا ہے کہ نہیں؟

"The secret war with Iran" کتاب کے مصنف ’’رونن برگ مین‘‘ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ’’سوڈان پر حملہ ایک پریکٹس تھی کہ اسرائیلی فوج لانگ رینج حملہ کامیابی سے کرسکتی ہے کہ نہیں‘‘ مشہور کتاب ’’The Plan‘‘ کے مصنف ’’ایڈون بلیک‘‘ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ’’اگر اسرائیل ایران پر حملہ کرتا ہے تو ایران ’’ہرموز کی پٹی‘‘ کو فوراً بند کردے جس کی وجہ سے امریکہ اور مغربی معیشت مزید بحران کا شکار ہوجائے گی‘‘ کیونکہ ہرموز شہر سے تیل کی ترسیل امریکہ اور یورپ کو جاتی ہے جس کے بند ہوجانے سے امریکہ اور مغرب کے پاس اس کا متبادل نہیں ہے۔

ایک اسرائیلی سرکاری آفیسر نے ایران پر حملے کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل اوباما کی مرضی کے بغیر ایران پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس حوالے سے اوباما نے اپنا خصوصی ایلچی جارج مچل بھی مشرق وسطی بھیجا جو کہ اسرائیلی حکام کو مطمئن نہیں کرپایا، اسرائیل کے صدارتی ترجمان نے اسرائیلی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ’’یہ ہم نے (امریکہ) کو بتادیا ہے کہ وہ ایٹمی ایران کو کسی صورت بھی برداشت نہیں کرسکتے۔‘‘ اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی ’’موساد‘‘ کی ایک رپورٹ کے مطابق ’’ایران دوسال کے اندر ایٹم بم بنائے گا اگر ایران ایٹم بم بنالیتا ہے تو بہت دیر ہوجائے گی پھر اسرائیل کے پاس حملے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوگا۔ اسرائیل یہ حملہ امریکہ کے ساتھ یا امریکہ کے بغیر بھی کرسکتا ہے۔‘‘

اس رپورٹ میں صاف لفظوں میں بیان کردیا گیا ہے کہ اسرائیل نے عراق کی طرح کا جھوٹا جواز بنا کر ایران پر حملہ کرنے کی مکمل تیاری کرلی ہے۔ مگر دیکھنا ہے کہ ایران بھی عراق ثابت ہوتا ہے یا نہیں جب کہ ایرانی صدر احمدی نژاد نے جوہری پروگرام پر عالمی طاقتوں سے مذاکرات کے امکان کو ایک مرتبہ پھر رد کردیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بین الاقوامی معاملات پر امریکی صدر بارک اوباما سے بحث کرنے کے لئے تیار ہیں۔ گزشتہ دنوں تہران میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور ایک مرتبہ پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جوہری پروگرام پر بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے علاوہ کسی سے بات نہیں کریں گے تاہم ان کا کہنا تھا کہ اگر وہ صدر کی حیثیت سے دوبارہ منتخب ہوجاتے ہیں تو ستمبر میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں وہ امریکی صدر بارک اوباما سے ملاقات ضرور کریں گے۔ ●●

خواہش کے باوجود ’’تبدیلی‘‘ کی سکت نہیں!

محمود عبدہ علی ☆ ترجمہ مسعود الرحمٰن خاں ندوی

عرب سیاسی ماہرین وتجزیہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ امریکی صدر بارک اوباما عالم اسلام سے امریکہ کے تعلقات کے سدھار کی سچی نیت رکھتے ہیں، اس بارے میں وہ ان کے کئی اشاروں کا حوالہ دیتے ہیں جن میں اہم ترین اقتدار سنبھالنے کے بعد کے ان کے وہ بیانات ہیں جن میں انہوں نے طرفین کے مابین نیا باب کھولنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ انہوں نے بش کی ایجاد کردہ ’’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘‘ کو رد کرتے ہوئے اسلام اور دہشت گردی کے درمیان فرق کی بات کی، مگر ان ماہرین وتجزیہ نگاروں نے عالم اسلام کے اہم مسائل جن میں مسئلہ فلسطین سرفہرست ہے کے بارے میں اوباما کی ’’سچی نیت‘‘ اور اس کو عملی پالیسی میں بدلنے کی قدرت میں فرق کی ضرورت پر بھی زور دیا، اور عالم اسلامی کو دوبارہ مخاطب بنانے کے لئے قاہرہ کے انتخاب کو بھی انہوں نے مصری حکومت کو شکلی طور پر راضی کرنے کی ایک بات اور خود امریکی انتظامیہ میں مختلف رجحانات کے افراد کے مابین توازن قائم رکھنے کی ایک کوشش قرار دیا، اس لئے کہ ’’قاہرہ میں اوباما جو کچھ کہیں گے وہ انقرہ میں کہی ہوئی باتوں کی تکرار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔‘‘ ذیل میں اس سلسلہ میں چار سیاسی ماہرین کے خیالات پیش ہیں:

مجلہ السیاسۃ الدولیۃ کے نائب مدیر خلیل العنانی کا خیال ہے کہ صدر اوباما عالم اسلام کے ساتھ تعلقات کی بہتری کے لئے سنجیدہ ہیں۔ ان کی انتظامیہ نے اس سلسلہ میں جو اسٹریٹجک موقف اپنایا ہے اس کا مقصد بش کے عہد میں جانبین کے مابین ٹینشن اور گھٹن کے اسباب کا ازالہ کرنا ہے... اس لئے اوباما انتظامیہ نے اقتدار سنبھالنے کے بعد مشترک مصالح اور متبادل احترام کے جائزہ میں مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کی از سر نو بحالی کے لئے اقدامات کئے اور کارروائیاں کیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بارے میں اوباما کا ذہن سابق صدر باپ بش کے مفہوم سے مختلف ہے۔ ’’اس بارے میں وہ کئی چیزوں کا لحاظ کرتے ہیں، ان میں سے اہم ترین یہ ہیں: (۱) دہشت گردی کے خلاف جنگ کو صرف ان انتہا پسند افراد تک محدود رکھا جائے جو مغربی اور اسلامی ممالک پر حملہ کرتے ہیں (۲) انتہا پسندوں اور باقی عالم اسلام میں فرق ملحوظ رکھا جائے۔ (۳) دہشت گردی کے خلاف جنگ میں براہ راست ملوث ہونے کے بجائے امریکہ کے اتحادی ممالک سے یہ کام لیا جائے۔ (۴) دہشت گردی کی جڑوں کا علاج صرف نتائج پر مرکوز نہ ہو بلکہ غریب ممالک واقوام کو اعانتیں پیش کی جائیں تاکہ ان کا نوجوان طبقہ تشدد وانتہا پسندی میں ملوث نہ ہو۔ لیکن عنانی کے مطابق اصل مسئلہ اوباما کی نیت کا نہیں بلکہ ان کی عمل پر قدرت کا ہے خاص طور سے عالم اسلام کے اہم مسائل جیسے مسئلہ فلسطین کے بارے میں کیا اوباما عرب پہل کو قبول کرنے کے لئے اسرائیل کے دائیں بازو پر دباؤ ڈال سکتے ہیں؟ اور کیا اسرائیل اس دباؤ کو قبول کرے گا؟ جب کہ وہاں دائیں بازو کے انتہا پسند اقتدار تک پہنچ چکے ہیں اور مسئلہ فلسطین کے خاتمہ کے لئے نیتن یاہو ولیبرمین کے منصوبے جاری ہیں۔ ’’اب تک عرب اسرائیلی کشاکش میں اوباما کی اسٹریٹجی کا اندازہ کرنا مشکل ہے، اس لئے کہ ان کی انتظامیہ نبض ٹٹولنے اور سننے سنانے کے مرحلہ میں ہے، لیکن وہائٹ ہاؤس سے موصولہ اشاروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوباما اس کشاکش کے صرف نظم وانتظام پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ اس کے حل تک پہنچنے کے لئے کام کریں گے اس لئے کہ وہ حل اس علاقہ سے متعلق امریکی پالیسیوں کا سنگ میل ہے اور ان پالیسیوں کے نتائج اس وقت تک حاصل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ حل مکمل نہ ہو۔‘‘

عالم اسلام سے خطاب کے لئے قاہرہ کے انتخاب کے مخفی اسباب سے متعلق عنانی کا خیال ہے کہ ’’انڈونیشیا یا ترکی سے اس خطاب کی اطلاعات اچانک قاہرہ کا انتخاب غیر متوقع تھا، بہرحال اس کے اہم اسباب میں سے یہ بات ہے کہ مصر خود ایک بڑا عرب ملک ہے اور عالم اسلام کے بڑے ممالک میں اسکا شمار ہے، نیز کشمکشوں سے موجیں مارتے ہوئے شرق اوسط کے قلب میں واقع ہے جس کے بارے میں امریکی سیاست کا وہ ایک بنیادی بازو مانا جاتا ہے۔‘‘ ایران ومشرق وسطی کے مسائل کے ماہر اور لبنان یونیورسٹی میں سوشل سائنس کے پروفیسر ڈاکٹر ہلال عتریسی مذکورہ رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کے بارے میں عموماً اور عالم اسلام کے بارے میں خصوصاً امریکی پالیسیوں کو بدلنے کو اوباما کی حقیقی خواہش ہے جیسا کہ ان کی ایران کے ساتھ گفتگو کی خواہش، ترکی کی زیارت، دہشت گردی کے خلاف جنگ کی اصطلاح کا عدم استعمال اور اب قاہرہ کے دورہ کے اعلان سے ظاہر ہے۔ مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں اوباما کا رُخ بھی بش کے رجحان سے مختلف ہے، اس لئے کہ بش نے تو خالص یہودی ریاست کے قیام سے اتفاق کرلیا تھا جب کہ اوباما یہودی اور فلسطینی دو ریاستوں کے قیام کے قائل ہیں حالانکہ علاقہ میں اسرائیل کا لحاظ اور اس کے امن وامان کی ضمانت امریکی مفادات کا اہم ستون ہیں۔

مراکش کے سیاسی تجزیہ نگار محمد ضریف کے نزدیک ’’بش کے دور حکومت میں عرب اور مسلمانوں میں امریکہ کی بگڑی ہوئی تصویر کی بہتری کے لئے اصل میں صدر اوباما کا انتخاب ہوا تھا جس کے لئے وہ انتخاب کے بعد ہی سے بہتر انداز میں کوشاں ہیں، وہ عالم اسلام کے ساتھ تعلقات کی بہتری کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اسلام کے بارے میں نئی پالیسی اپنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ مذکورہ بیانات کے بعد ترکی گئے اور اب قاہرہ سے عالم اسلام کو مخاطب کیا، کیونکہ علاقہ میں مصر کے سیاسی واقتصادی وڈیموگرافی وزن کے علاوہ امریکہ چاہتا ہے کہ علاقہ میں اس کا سابق کردار بحال ہو۔‘‘ ضریف کے خیال میں ’’چونکہ عرب ومسلم عوام متواتر آنے والے نئے امریکی انتظامیوں سے معاملات کے بارے میں زیادہ بیدار اور سمجھدار ہوگئے اس لئے انہوں نے مختلف شکلوں میں مزاحمت پر کمر کس لی ہے۔ اور شاید اسی لئے حماس اور حزب اللہ جیسی مزاحمتی تحریکوں کو مقبولیت مل رہی ہے۔

ڈاکٹر عمرو الشوبکی کی رائے میں عالم اسلام سے تعلقات کی بہتری کے لئے امریکی پہل اور بار بار کے بیانات کے باوجود اب تک تبدیلی شکل واسالیب تک محدود ہے، اس حقیقت کا یہ مطلب نہیں کہ مضمون میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، اوباما کی نیک نیتی کے باوجود اس کوشش میں کامیابی کے لئے دوسرے اطراف بشمول عرب فریق کے دیگر اقدامات کی ضرورت ہے، اس لئے صرف اوباما کی نیت اس وقت تک کسی چیز کو بدلنے والی نہیں جب تک کہ عالم عرب واسلام خود نہ بدلے، امریکہ تو بدل چکا مگر ہم اپنی حالت پر قائم ہیں اس لئے شوبکی کے خیال میں قاہرہ کا دورہ مصری حکومت کو ’’ظاہری طور پر خوش کرنے‘‘ کی ایک قسم ہے، اسی طرح یہ دورہ امریکی انتظامیہ کے اندر دور رجحانات میں سازگاری پیدا کرنے کی کوشش ہے، ان میں ایک فریق کا خیال تھا کہ اوباما کو اول مصر کی راجدھانی قاہرہ کے دورہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اوباما نے پہلے انقرہ کا انتخاب کیا، بلکہ دوسرے فریق کا خیال تھا کہ قاہرہ کے ساتھ امریکہ کے اسٹریٹجک مفادات ہیں اور مصر مختلف مسائل میں امریکہ کے خیالات کو قبول کرتا ہے اس لئے اوباما نے قاہرہ کے دورے کا پروگرام بنایا۔ (ہفت روزہ ’’الامان‘‘ بیروت)

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION NoDL (S) - 05 / 3128 / 2009 -2011

احوال وکوائف

ملکی مفاد اور ارباب اختیار کا طرز عمل

شفیق الرحمن

معروف مروج سیاسی اصطلاح میں ایک اصطلاح ''قومی یا ملکی مفاد'' یا ملکی مفاد، بھی ہے، کرہ ارض کے ہر جغرافیائی خطے میں یہ بہ کثرت استعمال ہوتی ہے۔کوچہ سیاست سے جس کسی کا بھی تعلق ہے وہ اکا مدعی نظر آئے گا کہ اس کا ہر قدم قومی مفاد کو مد نظر رکھ کر اٹھتا ہے، اس کی ساری جستجو ہی اس کے گرد گھومتی ہے گویا'' قومی یا ملکی مفاد'' اس کی زندگی کا محور و مرکز ہے، یہ اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے، یعنی وہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملک کا سچا وفادار ہے، اسے معلوم ہے کہ اس کی قوم اور ملک کا مفاد کس میں ہے، اسے یہ بھی معلوم ہے کیا چیز اس کو نقصان پہنچانے والی ہے، وہ اس معاملے میں بے حد حساس واقع ہوا ہے اور ہر آن اس کا خیال رکھتا ہے کہ کہیں اس سے ایسا کوئی کام سرزد نہ ہوجائے جس سے قومی مفاد پر ضرب پڑتی ہو، حاکمان وقت تو دن رات اس کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، اس لئے کہ اس سے ان کا اعتبار قائم ہوتا ہے۔صبح شام وہ اس کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ کسی بھی حال میں قومی مفاد کا سودا نہیں کریں گے۔ اپنی جان کی بازی لگادیں گے قومی مفاد پر آنچ نہیں آنے دیں گے، جب وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے ہیں اس وقت بھی اس کا عہد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دباؤ یا لالچ میں آکر وہ قومی مفاد کے ساتھ سمجھوتہ ہرگز نہیں کریں گے، قومی مفاد کی درجہ بندی ہوسکتی ہے اور کیفیت میں بھی فرق واقع ہوسکتا ہے یعنی ایک عام شہری قومی مفاد اور وزیر اعظم کے قومی مفاد کی کیفیت میں دونوں کے درجے کے لحاظ سے فرق ہوگا، لیکن ذمہ داریوں کے ساتھ اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کی سنگینی میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ اسی بنیاد پر افراد اور گروہوں کی ملک کے تئیں وفاداری کا فیصلہ ہوتا اور سند وفاری یا عدم وفاداری جاری کی جاتی ہے۔ عام حالات میں اس قومی مفاد کا کون کتنا خیال رکھتا ہے اس کا جائزہ لینے کا باقاعدہ نظم تو شاید کہیں بھی نہیں ہے ہاں جب کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے یا کوئی خاص واقعہ پیش آجاتا ہے۔ تب احتساب کا عمل شروع ہوتا ہے، احتساب بیورو کے نام سے ادارے ضرور موجود ہیں، نگران کا دائرہ عمل اور دائرہ کار محدود ہے، معمولات زندگی میں افراد اور ادارے اس کا کتنا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اس کا بھی کم ہی نوٹ لیا جاتا ہے لیکن گاہے گاہے اس کی مثالیں سامنے آجاتی ہیں، ایسی ہی ایک مثال انگریزی کے ایک معروف تجزیہ نگار سدھارتھ وردراجن کی ایک حالیہ رپورٹ ہے، جس میں انہوں نے اسی پہلو سے حکومت وقت کے بعض فیصلوں پر نکیر کی ہے اور ارباب اختیار کو متوجہ کیا ہے کہ انہیں فیصلہ کرتے وقت اور خاص طور پر حساس معاملات میں فیصلہ کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کے طرز عمل سے قومی مفاد پر ضرب تو نہیں پڑ رہی ہے۔ اپنے اس جائزے میں جو معاصر ہندو کی ۱۱رجون کی اشاعت میں ''انڈیا واکنگ اوے فروم اِٹس پلیس ان دی سن'' (India wallking away from ist place in the sun) کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے واقعات کے حوالے سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ملکی مفاد کو وقتی اور حقیر فائدوں کی وجہ سے قربان کیا جارہا ہے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ ایران- پاکستان- ہندوستان گیس پائپ لائن پروجیکٹ کو مسترد کرکے ہم نے ملکی مفاد کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے، جس کا فائدہ اب چین اٹھا رہا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ لولیویا کے ساتھ ہندوستان ایرونا ٹکس لمٹیڈ کا جو معاہدہ ہوا تھا وہ بھی خطرے میں پڑ گیا ہے۔ واضح رہے کہ بولیویا نے ہندوستان ایرونا ٹکس لمٹیڈ کے ہلکے انتہائی جدید دھروہیلی کاپٹر کی خریداری کا معاہدہ کیا تھا، اس کی ایک دوسری مثال انہوں نے ایران ہی کی پیش کی ہے، انہوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان کمپنی Essar نے ۲۰۰۷ء میں ایران میں ایک ریفائنری پروجیکٹ پر کام کرنے کا معاہدہ کیا جس کی مالیت ایک بلین امریکی ڈالر تھی، مگر کمپنی نے یہ معاہدہ امریکی ریاست منی سوٹا کے گورنر کی اس دھمکی پر منسوخ کردیا کہ اگر Essar نے اس پر عمل کیا تو اس کو جو مراعات دی جارہی ہیں وہ روک لی جائیں گی، ایک اور واقعہ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ریلائنس کمپنی نے بھی امریکی دباؤ میں آکر ایران کے ساتھ کئے جانے والے ایک معاہدے کو توڑ دیا۔

●●

بقیہ: مسلمانوں کوریزرویشن بھی نہیں دوسری......

تلاش کرنے کا وقت ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ ان کا ارادہ کچھ زود اثر اسکیم شروع کرنے اور جسٹس راجندر سچر کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز میں سے کچھ اچھی باتوں پر عمل کرنے کا ہے۔ سلمان خورشید کونسی زود اثر اسکیم شروع کریں گے اور کن اچھی باتوں پر عمل کریں گے کس حد تک مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکیں گے کس قدر کھلونوں اور وعدوں کے سہارے بہلانے اور ساحری کے ذریعے تھپکیاں دے کر سلانے کی کوشش کریں گے یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے۔ بہرحال ان حکمرانوں کے ہاتھوں سے گزشتہ ۶۱۔۶۲ برسوں میں کچھ نہیں ملا تو اب کونسی توقع کی جاسکتی ہے جبکہ ملت اسلامیہ کے دانشور اور لیڈر وعدوں اور مطالبات ہی کے سہارے زندگی گزارتے ہیں۔ انفرادی وذاتی لالچ مفادات اور کمزوریوں پر اجتماعی ملی مفادات کو قربان کرتے ہیں کہ وہ قوم وملت کو قربان کرنا چاہتے ہیں خود ایثار وقربانی کا کوئی ریکارڈ پیش کرنا ان کے لئے ناممکن ہے کہ ایسے لوگ اس ملت کا مقدر ہیں جو خوابوں کی دنیا میں رہتی ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات اور اعمال وسنت کے برخلاف محض خواہشات اور دعاؤں سے سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہے جو صرف دوسروں کو الزام دیتی ہے کہ وہ کچھ نہیں کرتے یہ کچھ نہیں کرتے۔ عرب کچھ نہیں کرتے مسلم حکمراں کچھ نہیں کرتے۔ یا پھر اے اللہ دوسرا عمر فاروق اور ابوذر غفاری پیدا کردے۔ دوسرا سلطان صلاح الدین ایوبی بھیج دے، محمود غزنوی بھیج دے گویا وہ آئیں اور ہمارے لئے سب کچھ کردیں۔ ہم ہاتھ پیر نہ ہلائیں کچھ نہ کریں، جس طرح یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے کہہ دیا تھا تم اور تمہارا رب جاؤ اور دشمنوں سے قتال کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں، ان کے ایک بار کہے کو ساری دنیا کے مسلمان رات دن بار بار پڑھ رہے ہیں اور خود کو ایک طویل مدت سے وہی کچھ کر رہے ہیں سراپا وہی بنے بیٹھے ہیں۔ وعدے بہت ہوچکے۔ ایک لیڈر یا وزیر کے کہنے سے حتیٰ کہ وزیر اعظم یا صدر جمہوریہ کے کہہ دینے سے بھی کام نہیں چلتا۔ اگر مسلمانوں کو کچھ حاصل کرنا ہے تو متحد ہوکر، سر سے کفن باندھ کر، آئین وقانون کے ذریعے پارلیمنٹ سے پاس کرائیں۔ قانون اور آئین بن جانے کے بعد بھی عملاً سب کچھ نہیں ملا کرتا۔ ایک وزیر کی نیک نیتی کی کوششیں اور ایک لیڈر کے وعدے ہمیشہ رکھے رہ جاتے ہیں۔ واحد راستہ سرگرم تحریک چلاکر آئین وقانون کی گارنٹی حاصل کرنا ہے۔

●●

بقیہ: عزت کا معیار تقویٰ

میرا عذاب ہو تمہارے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سہیلؓ بن سعد کی روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کے پاس سے گزرا، آپؐ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے فرمایا: ''اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ یہ اشراف میں سے ہے اور خدا کی قسم اس قابل ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو قبول کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اسے منظور کیا جائے اور اگر کوئی بات کہے تو سنی جائے۔ آپؐ نے سکوت فرمایا۔ پھر ایک دوسرا آدمی وہاں سے گزرا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے جواب دیا: یا رسول اللہ! یہ غریب مسلمانوں میں سے ہے اور اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو نامنظور کردیا جائے، اگر سفارش کرے تو ٹھکرادی جائے اور کوئی بات کہے تو نہ سنی جائے۔ تب رسول اللہؐ نے فرمایا: اس (پہلے شخص) جیسے لوگوں سے اگر پوری زمین بھری ہو تب بھی یہ (دوسرا شخص) ان سے بہتر ہے۔ (بخاری) رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''آدمی کی برائی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر وذلیل سمجھے۔'' کیونکہ ایسا وہ تکبر ہی کی وجہ سے کرے گا اور تکبر نہایت بری چیزوں میں سے ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''جنت میں ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''عزت میرا لباس ہے اور بڑائی میری چادر ہے جو اسے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔'' ظاہر ہے اس سے بڑی برائی اور کیا ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: تین آدمیوں کے بارے میں مت پوچھو، ایک وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی چادر چھیننے کی کوشش کرے کیونکہ اس کی چادر بڑائی اور اس کا لباس عزت ہے۔ دوسرا وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں شک میں مبتلا ہو اور تیسرا وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن

سب ایڈیٹرز: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

دعوت

ضرورت رشتہ کے اشتہارات

ریٹ: سہ روزہ دعوت میں ضرورت رشتہ کے اشتہارات کا ریٹ ایک شمارہ میں شائع کرنے پر لڑکی کی جانب سے ہو تو Rs.300/ روپے اور لڑکے کی طرف سے Rs.400/ روپے ہے۔ اشتہارات کا سائز 6X1 (چھ سینٹی میٹر سنگل کالم) لڑکی اور لڑکے کا مشترک اشتہار -/Rs.500، سائز 10X1، اگر سائز اس سے زائد مطلوب ہو تو اس کا چارج علیحدہ ہوگا۔ اسی طرح دو لڑکیوں کے مشترک اشتہار کا چارج -/400 اور دو لڑکوں کے مشترک اشتہار کا چارج -/600 ہوگا۔ اگر اشتہار ایک سے زائد بار شائع کروانا مقصود ہو تو ۲۰ فیصد رعایت دی جائے گی۔

باکس نمبر: اگر مشتہر اپنی شناخت پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں تو اشتہار باکس نمبر کے تحت دعوت کی معرفت دیا جاسکتا ہے۔ باکس نمبر کا چارج (Rs. 50/ علیحدہ ہوگا۔ باکس نمبر کے تحت آنے والے خطوط صیغۂ راز میں رکھے جاتے ہیں۔ باکس نمبر کی مدت دو ماہ ہوگی۔ اس دوران جو خطوط موصول ہوں گے وہ اشاعت اشتہار کے ایک ماہ بعد مشتہر کو کوریئر یا رجسٹرڈ ڈاک سے بھیج دیے جائیں گے۔ اس کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر موصول ہونے والے خطوط سادہ ڈاک سے بھیجے جائیں گے۔

شرائط: ☆ غیر اسلامی اشتہارات شائع نہیں ہوں گے۔ جہیز کے خواہش مند یا جہیز کی پیشکش کرنے والے حضرات اشتہار نہ دیں۔ ذات برادری یا خاندان کا ذکر محض شناخت کے لئے ہو۔ ☆ اشتہارات آپ اپنی ذمہ داری پر دیں۔ رشتوں کے سلسلہ میں دفتر دعوت کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ اشتہار کی اشاعت کے بعد دعوت کی ذمہ داری صرف ڈاک پہنچانا ہے۔ ☆ مشتہرین کے بارے میں ادارہ دعوت کوئی معلومات فراہم نہیں کرے گا۔ لہٰذا اس سلسلہ میں دفتر دعوت سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ **نوٹ**: آپ اشتہار براہ راست بذریعہ Fax یا E-mail دفتر دعوت روانہ کریں۔ رقم پیشگی ملنے پر ہی اشتہار شائع کیا جائے گا۔ ای میل یا فیکس کی سہولت نہ ہونے پر اشتہارات حسب ذیل پتہ پر بھیجیں:

منیجر دعوت D-314، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵،
فون نمبر 011-2694953، فیکس نمبر 011-26958816
E-mail:managerdawat@gmail.com

ضرورت رشتہ

شمالی بہار کے ایک معزز سید خاندان سے تعلق رکھنے والے ۳۱ سالہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان کے لئے جو گزشتہ دو سال سے سعودی عرب کی ایک یونیورسٹی سے بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر منسلک ہے دیندار، تعلیم یافتہ (کم از کم گریجویٹ) لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ بہار کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ:

Ph.: 09576362114

ضرورت رشتہ

صدیقی گھرانے کی دو لڑکیاں عمر ۳۱ سال، ٹیچر، و ۳۵ سال لائبریرین، دیندار خوب سیرت کے لئے تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکوں سے رشتہ مطلوب ہے۔ دہلی واطراف کے رشتے قابل ترجیح ہوں گے۔

Ph.: 9810986862
9871593304

ضرورت رشتہ

ایک انصاری لڑکی جس کی عمر ۲۵ سال ہے جو تحریکی ذہن دین دار خوبصورت ہے لمبائی پانچ فٹ، چار انچ، ہے۔ تعلیم BA, B-ed, MA، کے لئے دین دار اور برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے دہلی اور اطراف کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ کے لئے

Box No. 2269
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

IQRA PUBLIC SCHOOL
Idgah Mundiyar Phoolpur Azamgarh
REQUIRES
T.G.Ts for English, Maths, Social Science, and Science
Last date of application form: 26-06-09
(With Full Bio Data and Photograph)
Date of Interview: 25-06-2009 at 2 P.M.
C/o Khan Clinic
Phoolpur Azamgarh (U.P.) Pin Code: 276304
Mobile No. 9838581626, 9889426363, Fax No. 05460-230057,
Email: iqra'school@hotmail.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کی رضا کے ساتھ خداوند عالم کی خوشنودی وابستہ ہے اور باپ کے غصے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی ناراض ہوجاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

روزانہ جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے
پاور و دھوپ کے فیشنی برانڈ چشموں کا وسیع اسٹاک

چشمہ کلکشن
گوبند پلازہ (بیسمنٹ میں) پرانی کوتوالی، تکیہ روڈ، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

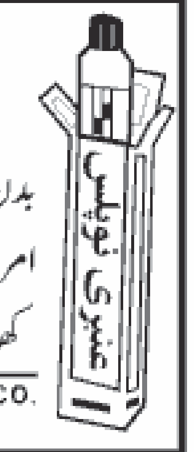

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن ''سی'' سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی و توانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گٹھیا کے درد میں؟

زعفرانی تیل

گیسٹک کے درد میں

قبض تروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS: DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001

اعلان داخلہ

مرکزی درس گاہ اسلامی، رام پور
(حکومت سے منظور شدہ)
(A residential School of Islamic & Modern Education)

خصوصیات

- درجہ ایک تا جونیئر ہائی اسکول کی تعلیم کے علاوہ ہائی اسکول کلاسیز کی تعلیم کا بہترین بندوبست۔
- اسلامیات کے ساتھ سائنس، ریاضی، کمپیوٹر، تاریخ وجغرافیہ، اردو ہندی وانگریزی اور عربی کی معیاری تعلیم۔
- بیرونی طلبہ کی رہائش اور خورد ونوش کے لئے صاف ستھرے بورڈنگ ہاؤس اور مطبخ کا نظم
- پرسکون ماحول میں دینی تربیت اور اسپورٹس انچارج کی نگرانی میں کھیل کود کا انتظام
- شخصیت کی ہمہ پہلو ترقی کے لئے جامع نظام، نظم وضبط پر خصوصی توجہ
- تجربہ کار اور ٹرینڈ اساتذہ۔
- داخلے کے لئے رجسٹریشن شروع ہوچکے ہیں۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۴رجولائی ۲۰۰۹ء ہوگی۔
- نئی میقات کا آغاز یکم جولائی ۲۰۰۹ء سے ہوگا۔
- داخلہ فارم و پراسپیکٹس ۱۰۰ روپئے کا منی آرڈر بھیج کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ: جدید داخلوں کیلئے Admission Test ۵رجولائی ۲۰۰۹ء بروز اتوار منعقد ہوگا۔

پرنسپل مرکزی درسگاہ اسلامی
دو محلہ روڈ، رامپور (یوپی) فون نمبر 0595-2324216

آفتاب نبوت کی سنہری شعاعیں
سیرت سرور عالم کے درخشاں پہلو

رسول اکرم کی بابرکت سیرت سے نمائندہ واقعات کا حسین وجمیل انتخاب، حرف حرف محسن انسانیت اور رحمۃ للعالمین کی محبت سے لبریز، واقعات سیرت کے انمول موتی

صفحات 400 ☆ قیمت -/160

Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) Mob.9889123129/9236761926

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

مشہور عالم وفقیہ مولانا سید احمد عروج قادریؒ کی

۵ کتابیں

● **اقامت دین فرض ہے**
مصنف نے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ ''اقامت دین'' کو ہم نے اپنے جی سے نہیں فرض کرلیا ہے بلکہ ساری دنیا کے خالق ومالک کی طرف سے ہم مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے۔
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ ☆ صفحات: ۶۴ ☆ قیمت: -/Rs.16

● **امت مسلمہ کا نصب العین**
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں جماعت اسلامی کے اختیار کردہ نصب العین (اقامت دین) کی جامع تعریف وتشریح۔ اقامت دین کی مہم میں عملی حصہ لینے والوں کے لیے ایک مفید اور کارآمد کتاب۔
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ ☆ صفحات: ۱۹۲ ☆ قیمت: -/Rs.35

● **عبادات اور اصلاح وتربیت**
عبادت کی تعریف، عبادت کا مقصد اور اپنی اصلاح وتربیت سے متعلق جامع رہنمائی۔
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ ☆ صفحات: ۲۸ ☆ قیمت: -/Rs.8

● **عشر وزکوٰۃ اور سود کے چند مسائل**
زکوٰۃ کے چند اصولی احکام اور اس کے مصارف سے متعلق ایک علمی مقالہ، سوال وجواب کے ضمن میں عشر کے ضروری مسائل اور سود سے متعلق اسلامی احکام کی عالمانہ وضاحت۔
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ ☆ صفحات: ۱۲۸ ☆ قیمت: -/Rs.25

● **فسادات کا علاج**
ہندستان میں آئے دن واقع ہونے والے فسادات کے اسباب، ان کا مناسب حل اور ہندستانی مسلمانوں کی ذمے داریاں۔
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ ☆ صفحات: ۳۲ ☆ قیمت: -/Rs.8

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652 Fax : 26950975, 26947858
E-Mail : mmipublishers@gmail.com Website:www.mmipublishers.net